بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

# انوار مدینہ

| شمارہ : ۱ | ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ / جنوری ۲۰۰۷ء | جلد : ۱۵ |
|---|---|---|

| سیّد مسعود میاں | سیّد محمود میاں |
|---|---|
| نائب مدیر | مدیر اعلیٰ |

**بدلِ اشتراک**

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش.............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.......................... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ.................................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

**ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے**

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوار مدینہ 7914-2 مسلم کمرشل بنک

**فون نمبرات**

جامعہ مدنیہ جدید : 5330311 - 42 - 092

خانقاہ حامدیہ : 5330310 - 42 - 092

فون/فیکس : 7703662 - 42 - 092

رہائش "بیت الحمد" : 7726702 - 42 - 092

موبائل : 4249301 - 333 - 092

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

## اس شمارے میں



| | | |
|---|---|---|
| حرفِ آغاز | | ۳ |
| درسِ حدیث | حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ | ۸ |
| ملفوظات شیخ الاسلامؒ | حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ | ۱۵ |
| آغازِ دَورِ فتن | حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ | ۱۹ |
| زبان کی حفاظت اور اُس کا طریقہ | حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ | ۲۶ |
| حضرت فاطمہؓ کے مناقب | حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ | ۲۸ |
| ایک زائر حرم کی التجا | حضرت مولانا عطاء الرحمٰن عطا صاحب | ۳۲ |
| کرسی پر بیٹھا ہوا معذور ....... | حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب | ۳۴ |
| یہودی خباثتیں | جناب عبداللہ التل صاحب | ۳۹ |
| ایک عبرت ناک داستان | جناب زکی الطریفی صاحب | ۴۳ |
| گلدستۂ احادیث | حضرت مولانا نعیم الدین صاحب | ۵۲ |
| دینی مسائل | | ۵۵ |
| تقریظ وتنقید | | ۵۸ |
| وفیات | | ۶۲ |
| اخبار الجامعہ | | ۶۳ |



آپ کی مدتِ خریداری ماہ ........................................ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ.......................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سید محمود میاں

**نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !**

آج سے چودہ سوسال پہلے کی بات ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ۷ھ میں اپنے صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ایک خط مبارک رُوم کے عیسائی بادشاہ ''قیصر'' کے نام بھیجا۔ اُس کا نام ''ہرقل'' تھا۔ یہ علمِ نجوم کا بہت بڑا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت دانا بھی تھا۔ جس زمانہ میں نبی علیہ السلام نے اُس کو خط بھیجا اُن دنوں میں حدیبیہ کے معاہدہ کی وجہ سے قریش کے ساتھ امن قائم تھا اور ابوسفیان جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور قریش کے اہم سرداروں میں سے تھے، نبی علیہ السلام کے بھی قریبی رشتہ دار تھے، اُن دنوں شام کے تجارتی سفر پر گئے ہوئے تھے اور تاحال نبی علیہ السلام کے بدترین دُشمن تھے۔ اُدھر مذہبی رُسوم کی انجام دہی کی خاطر رُوم کا بادشاہ بھی اتفاق سے (شام) بیت المقدس آیا ہوا تھا، جب اِس کو اسلام کی دعوت پر مشتمل نبی علیہ السلام کا والا نامہ ملا تو آپ کے احوال کی تحقیق کے لیے اُس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ معلوم کرو کہ کیا یہاں عرب کے لوگ آئے ہوئے ہیں؟ اُنہوں نے معلومات کر کے بتلایا کہ تجارت کی غرض سے مکہ سے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ اُس نے ان حضرات کو دربار میں طلب کرلیا۔ اپنے ترجمان کے ذریعہ پوچھا کہ تم میں اِن صاحب کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان بولے میں اِن کا سب سے قریبی ہوں، اُس نے اِن کو سب سے آگے کُرسی پر بٹھا دیا۔ سب کو اِن کے پیچھے بٹھا دیا اور کہہ دیا

کہ میں اِن سے اِن صاحب کے بارے میں جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، سوالات کروں گا۔ جواب دینے میں غلط بیانی کریں تو تم فوراً اِن کو جھٹلا دینا۔

یہاں بادشاہ رُوم کے اہم اور دِل چسپ سوالات اور ابوسفیان کے جوابات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں [1]

سوال : وہ تم میں نسب کے اعتبار سے کیسے ہیں؟

جواب : وہ ہم میں بہت عالی نسب ہیں۔

سوال : اُن سے پہلے اِس طرح کا دعویٰ تم میں کسی نے کبھی کیا تھا؟

جواب : نہیں۔

سوال : کیا اُن کے آباؤ واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

جواب : نہیں۔

سوال : کیا اُن کے پیروکار (زیادہ تر) لوگوں کے چوہدری (رؤساء اور وڈیرے) ہیں یا کمزور لوگ؟

جواب : (زیادہ تر) کمزور۔

سوال : کیا اُن میں (روز بروز) اِضافہ ہو رہا ہے یا کم ہو رہے ہیں؟

جواب : بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

سوال : اُن کے دین میں داخل ہونے کے بعد اُن کے دین سے بددل ہو کر کوئی مرتد ہوا ہے؟

جواب : نہیں۔

سوال : اُن کے دعوائے نبوت سے پہلے تم نے اُن پر کبھی جھوٹ کا الزام دھرا ؟

جواب : نہیں۔

سوال : کبھی بدعہدی کی؟

جواب : نہیں۔ (مگر) اَب ہمارا اُن سے ایک عرصہ تک (اَمن کا) معاہدہ ہے۔ معلوم نہیں اِس میں وہ کیا کرتے ہیں۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے خلاف اِتنی بات کہنے کے علاوہ اور کوئی بات کہنے کا موقع نہ ملا؟)

---

[1] بخاری شریف ص ۴ ، ۴۱۲ ، ۶۵۳

سوال : کیا تمہاری کبھی اُن سے جنگ ہوئی ہے؟

جواب : ہاں۔

سوال : تمہاری اُن سے لڑائی کیسی رہتی ہے؟

جواب : ہماری لڑائی (کنوئیں کے) ڈولوں کی مانند ہے۔ کبھی وہ ہمارا نقصان کردیتے ہیں کبھی ہم اُن کا نقصان کردیتے ہیں۔

سوال : وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟

جواب : وہ کہتے ہیں ایک اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور تمہارے آباؤ اَجداد جس چیز کا حکم دیتے تھے وہ چھوڑ دو اور ہم کو نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پاک دامنی (حرام کاری سے بچے رہنے) کا اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

اپنے اِن سوالات کے بعد قیصر رُوم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس (ابوسفیان) سے کہو میں نے تم سے اُن کے نسب کے بارے میں پوچھا تھا تو تم نے کہا تھا کہ وہ تم میں بہت عالی نسب ہیں۔ تو رسولوں کا معاملہ تو ایسا ہی ہے کہ وہ قوم کے اعلیٰ ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا تم میں ان سے پہلے بھی کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو تم نے کہا نہیں۔ تو اگر تم میں پہلے کسی نے ایسی بات کی ہوتی تو میں کہہ سکتا تھا کہ شاید اس کی نقل کر رہے ہیں (مگر بقول تمہارے ایسا نہیں ہے)۔

میں نے تم سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ کیا اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے تو تم نے کہا نہیں۔ تو اگر ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا کہ شاید اُس بادشاہت کو (پھر سے) قائم کرنے کی ٹھان لی ہو۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اس دعوائے نبوت سے پہلے تم ان کی طرف جھوٹ کا الزام دھرتے تھے تو تم نے کہا نہیں۔ تو میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جس نے کبھی لوگوں کے بارے میں جھوٹ نہ بولا یہ نہیں ہو سکتا کہ اَب وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے (اور یوں کہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا اور اپنا کلام اُتارا، وغیرہ) میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ چوہدریوں، جاگیرداروں کی اکثریت ان کی پیروکار ہے یا کمزوروں (مساکین وغیرہ) کی اکثریت۔ تو تم نے کہا تھا کہ ضعفاء ان کے پیروکار ہیں۔ تو ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ اِسی قسم کے لوگ رسولوں کے (پہلے پہل) پیروکار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان کے پیروکار کم ہو رہے ہیں یا بڑھ

رہے ہیں تو تم نے کہا تھا کہ روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ تو ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی قبولیت عام ہو کر مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا دین سے بد دِل ہو کر کوئی مرتد ہوا تو تم نے کہا کہ نہیں۔ تو ایمان کی مِٹھاس ایسی ہی ہوتی ہے جب دل میں اُتر جائے (تو پھر نکلتی نہیں)۔

میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا یہ بدعہدی کرتے ہیں تو تم نے کہا کہ نہیں۔ تو رسولوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا تم باہم لڑتے ہو تو تم نے کہا تھا کہ ہاں کبھی اُن کو کامیابی ہوتی ہے کبھی ہم کو۔ تو رسولوں کی اِسی طرح (اللہ کی طرف سے) آزمائش کی جاتی ہے مگر آخری فتح انہی کی ہوتی ہے۔

میں نے تم سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ وہ تم کو کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے کہا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تم کو بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور نماز، سچ، پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔

آخر میں رُوم کا عیسائی بادشاہ اپنے سوالات کی وجوہات بتلا کر اور نبی علیہ السلام کے بدترین دُشمن ابوسفیان [1] کے جوابات سن کر جس نتیجہ پر پہنچا اُس کا اس نے برملا اظہار کیا اور کہا تم نے جو باتیں کی ہیں اگر سچ ہیں تو وہ بہت جلد اِس جگہ پر قابض ہو جائیں گے جہاں میرے قدم ہیں۔ اور میں جانتا تھا کہ یہ آخری نبی آنے والے ہیں مگر یہ توقع نہ تھی کہ وہ تم عربوں میں آئیں گے۔ اگر میں اُن تک پہنچ پاتا تو ان سے ملنے کی کوشش کرتا اور اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے پاؤں دھوتا، پھر اُس نے آپ کا خط مبارک دربار میں منگوا کر پڑھا۔ بعد ازاں اُس نے اپنے درباریوں کو آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے کی دعوت بھی دی مگر وہ لوگ نہ مانے اور یہ بھی اسلام کی حقانیت کا قائل ہونے کے باوجود اسلام نہ لا سکا۔

چودہ صدیوں پہلے پیش آنے والے اِس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد حال ہی میں پیش آنے والے ایک اہم واقعہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلانا ہے۔

۱۱ر دسمبر کے روزنامہ نوائے وقت میں برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں اُنہوں نے کہا ہے کہ ''دیکھ رہا ہوں ایک دن کوئی مسلمان برطانیہ کا وزیر اعظم ہوگا''۔

---

[1] حضرت ابوسفیانؓ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ بہت بعد فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔

برطانیہ جو اَب سے پچاس برس پہلے تک کچھ عرصہ کے لیے دُنیا کی سپر طاقت تھا اور اُس کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا بعد ازاں اُس کے اقتدار کا سورج غروب ہونا شروع ہوا۔ برصغیر پر دھونس کے ذریعہ حکمرانی کرنے کے بعد یہاں سے اس کو اپنا بوریا بسترہ گول کرنا پڑا مگر ظلم و ناانصافی جو اُن کے خمیر کا حصہ ہے دُنیا کو اس سے تا حال خلاصی نہ مل سکی اور اَب امریکہ کی سربراہی میں دُنیا بھر کے یہودیوں کو مزید مضبوط کر کے مسلمانوں کو فوجی، سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے بے دست و پا کرنے کی سرتوڑ سازشیں کی جا رہی ہیں مگر ہونا وہ ہے جو خدا کو منظور ہوگا۔ تب ہی تو اس سب کچھ کے باوجود آج کا چھوٹا ہرقل ٹونی بلئیر انہی خدشات کا اظہار کر رہا ہے جن خدشات کا اظہار چودہ سو سال پہلے قیصرِ رُوم ہرقل نے کیا تھا اور چند برس بعد وہ دُرست ثابت ہوگئے تھے، اِسی طرح اللہ کے فضل سے وہ وقت دُور نہیں کہ چھوٹے ہرقل ٹونی بلئیر کے خدشات بھی دُرست ثابت ہونگے اور اِن سب فرعونیوں کی ناک خاک آلود ہوگی، شہداء کا خون رنگ لائے گا اور اسلام کو سربلندی نصیب ہوگی، انشاء اللہ۔

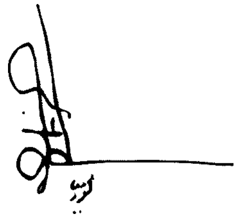

## جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

## حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا زُہد ۔ عیسائیت نامکمل دین
## کیمونسٹوں کی غلط فہمی ۔ زر گردش میں رہنا چاہیے ۔ طعنہ زنی بُری عادت ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۵۱ سائیڈ بی (۱۹۸۵۔۹۔۲۰)

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد !**

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی ہے کہ مَااَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَااَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ آسمان کے نیچے زمین کے اُوپر اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ ابوذرؓ سے زیادہ سچائی بیان کر دینے والا کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرو ابن عاصؓ جو صحابی تھے اُن کے بیٹے عبداللہ وہ بھی صحابی تھے۔ اُنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ خود ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی اِسی طرح کی روایت ہے کہ میرے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اور اُس میں الفاظ ہیں مِنْ ذِیْ لَھْجَۃٍ اَصْدَقَ وَلَااَدْنٰی مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ کوئی زبان سے کہنے والا جو سچا ہو اور جو پوری بات کہہ سکتا ہو وہ ابوذرؓ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ یعنی صحابۂ کرامؓ میں ہر ایک کی اَلگ اَلگ امتیازی خصوصیت بھی تھی۔ تو جو امتیازی خصوصیت تھی وہ ذکر فرما دی گئی۔ ان میں یہ وصف تمام اَوصاف پر غالب تھا۔ اور فرمایا شِبْہُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عیسٰی علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی زُہد میں۔ (مشکٰوۃ شریف ج۲ ص ۵۷۹)

## زُہد کیا ہے ؟

زُہد کا مطلب ہے دُنیا کی محبت کا نہ ہونا، یہ زُہد ہے اور دُنیا کی محبت کا ہونا یہ دُنیا داری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی بہت متمول ہو بادشاہ ہو بلکہ، اور زاہد بھی ہو جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کہ بادشاہ بھی تھے مگر زاہد تھے یعنی حُبِّ دُنیا نہیں تھا بالکل۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک فقیر ہو کچھ نہ ہو اُس کے پاس لیکن زاہد نہ ہو کیونکہ زُہد کا مطلب تو دُنیا کی محبت ہے، ہوسکتا ہے کہ اُس کے دل میں دُنیا کی محبت بہت ہو، تو اگرچہ سامان کچھ نہیں ہے مگر اُس کی سوچ وہی ہے دُنیا داری والی، تو وہ دُنیا دار ہے وہ زاہد نہیں ہے۔ اور اگر اُس کے پاس سب کچھ ہے مگر سوچ اُس کی دُنیا داروں والی نہیں ہے بلکہ اُسے دُنیا سے محبت نہیں، اللہ اور اُس کے رسول سے اور اُس کے احکام سے محبت زائد ہے تو وہ زاہد ہے۔ تو حضرت ابوذرؓ اِس معنٰی میں زاہد تھے اگرچہ دوسرے معنٰی بھی پائے جاتے ہیں

## زَر گردش میں رہنا چاہیے، جمع نہیں رہنا چاہیے :

مثال کے طور پر اُن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کوئی آدمی اپنے پاس روپیہ پیسہ نہ رکھے۔ بس روپیہ پیسہ آئے تو خرچ کردے، دوسروں کو دے دے۔ جمع کرنا، وہ کہتے تھے جمع کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ میں کھڑا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ''اُحد'' (پہاڑ) نظر آرہا ہے، ''اُحد'' دیکھتے ہو؟ اِنہوں نے کہتے ہیں میں نے جلدی سے اُحد کو بھی دیکھا، سورج کو بھی دیکھا کہ ممکن ہے آپ مجھے کوئی کام فرمانا چاہتے ہوں، تو دِن کا وقت کتنا باقی ہے میں وہ کام دِن دِن میں فوراً کردوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ اِرشاد فرمایا کہ دیکھو اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں اُسے اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کروں گا، میں اُسے تقسیم کردوں گا۔ تو اَب رسول اللہ ﷺ کے ایسے جملے سننے کے بعد جو اِن کے ذہن مبارک میں بات جمی وہ یہ تھی کہ سونا اور چاندی یہ جمع کرنے کی چیز نہیں ہے یہ گردش میں رہنی چاہیے۔ تجارت میں لگے تو بھی ٹھیک ہے، کسی کو دے دیں تو ٹھیک ہے، اپنے پاس جمع کرکے رکھنا یہ بالکل غلط ہے۔ تو تجارت کو تو ابوذرؓ نے منع نہیں فرمایا۔ بس یہ کہتے تھے کہ جمع کرکے رکھنا یہ بالکل غلط ہے۔ اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں رکھتے۔

## برابری :

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ اِن کے پاس ایک صاحب گئے دیکھا جو لباس اِن کا وہی غلام کا۔ تو پوچھا اِن

سے، کیونکہ غلام میں اور آقا میں کچھ تمیز ہونی چاہیے، کوئی فرق ہونا چاہیے۔ یہ تو رشتہ داروں میں ایسی صورت ہوتی ہے کہ جو لباس اُس کا وہی دُوسرے کا، جو بڑے بھائی کا وہی چھوٹے کا، جو باپ کا وہ بیٹے کا، اِس طرح ہوتا ہے۔ باقی یہ غلاموں کے ساتھ تو یہ رویہ نہیں تھا بلکہ اُن کے لیے وہ چیزیں نہیں کی جاتی تھیں جو اپنے لیے یا عزیز و اَقارب کے لیے کی جاتی ہیں۔ تو اُنہوں نے پوچھا کہ یہ آپ کا لباس بعینہٖ اِسی درجے کا جو آپ نے اِسے پہنا رکھا ہے لباس، یہ کیوں ہے؟

## طعنہ زنی بُری چیز ہے :

تو اُنہوں نے کہا کہ ایک دفعہ ایسے ہوا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو کچھ کہہ دیا اور اُس میں میں نے اُسے شرم دِلائی، عار دِلایا۔ جو شرم کی بات کہی وہ یہ کہ اُس کی ماں کا حوالہ دے دیا۔ مثلاً یہ کہہ دیا کہ تو کالی جنس کی عورت کا بیٹا ہے یہ بُرے الفاظ بُرے معنٰی میں کہہ دِیے، ''کلوٹی کے بیٹے'' جیسے کہہ دیا۔ تیری ماں تو ایسی تھی کالی۔ اور کالے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حبشی تھی، حبشی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ درجۂ دوم، سوم کی اِنسان تھی وہ۔ کیونکہ حبشہ سے تو یہ خرید خرید کر لاتے تھے لوگ اور غلام بنا لیتے تھے۔ تو اُن کو کالے ہونے کی وجہ سے بہت ادنیٰ درجے کا اِنسان سمجھا جاتا تھا۔

## نبی علیہ السلام کی ناراضگی :

یہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ کہہ دِیا تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اِنَّکَ امْرُءٌ فِیْکَ جَاهِلِیَّةٌ تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اَندر جاہلیت کی باتیں ہیں۔

اَب جاہلیت تو اُس دَور کو کہتے ہیں جو اِسلام سے پہلے کا ہے۔ یہ عرض کرنے لگے کہ میں عَلٰی کِبَرِ سِنِّیْ میں اِس عمر کا ہو گیا ہوں اور اَب بھی اِس طرح کی میں باتیں کر رہا ہوں، یہ جناب نے کیوں فرمایا؟ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ یہ جو تمہارے خادم ہیں یہ تمہارے بھائی ہی ہیں۔ اور یہ فرمایا اَعَیَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ تم نے اُن کو ایسی بات کہی جو عار دِلائے اگرچہ گالی تو نہیں دی، گالی سے نچلی ذرا کم درجے کی چیز تھی وہ۔ مگر بات یہ ہے کہ اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ یہ جو تمہارے خادم ہیں یہ تمہارے بھائی ہی ہیں۔ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ اِن کو اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ کسی بھی وجہ سے کر دیا، اُسے دولت زیادہ دے دی اِسے کم دی، وہ اُس کا ملازم رکھنے والا بنا ہوا ہے اور یہ ملازمت کرنے

والا بنا ہوا ہے، اِسی طرح سے ایک آقا ہے دوسرا غلام ہے مگر ہیں تو بھائی ہی سارے۔ اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ یہ جو تمہارے بھائی ہیں یہی تمہارے خادم ہیں۔ یعنی خادم جو ہیں وہ بھائی ہی ہیں جَعَلَھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے اُن کو تمہارے ماتحت کر دیا۔

جو آدمی ایسے ہو کہ اُس کے ماتحت کوئی ہو تو اُسے چاہیے کہ جو وہ کھاتا ہے وہ اُسے کھلائے اور جو وہ پہنتا ہے وہ اُسے پہنائے اور اِتنا کام نہ بتائے کہ جس سے وہ عاجز ہو۔ اِتنا کام بتادیا جائے کہ جو اُس سے ہو نہ سکے۔ وہ تھک جائے، بدحال ہو جائے ایسے نہ کرے۔ اِتنا کام بتاؤ جو اُس کی استطاعت میں ہو، اُس کی صحت کا لحاظ رکھو، عمر کا لحاظ رکھو، طاقت کا لحاظ رکھو، وہ بتاؤ کام اُسے۔ اور اگر کبھی ایسی نوبت آجائے کہ ضروری ہی ہے کام کرنا فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْھُمْ مَّایَغْلِبُوْھُمْ فَاَعِیْنُوْھُمْ اگر ایسا کام بتادیا کہ جو اُن کی استطاعت سے باہر ہے تو تمہیں خود ساتھ لگنا چاہیے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی یہ تعلیم تھی تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اِس واسطے میں نے تو بالکل مساوات کر دی۔ جو میں پہنتا ہوں وہ اِسے پہناتا ہوں، جو میں کھاتا ہوں وہ اِسے کھلاتا ہوں۔ تو اُن کا یہ طریقہ بس ساری عمر کے لیے ہو گیا۔ اِسی طرح وہاں فرمایا کہ اُحد پہاڑ دیکھتے ہو، اگر میرے پاس اِتنا سونا ہو تو میں اُسے نہ رکھوں، سب بانٹ دوں۔ تو اِسی طرح اِن کا رہا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زُہد :

اَب حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام، زُہد اِس طرح تھا اُن میں کہ بالکل کچھ نہیں رکھتے تھے اپنے پاس۔ اُن کے عجیب وغریب واقعات ہیں اِس طرح کے۔ اور کہیں تشریف لے گئے وہاں دیکھا، نہیں تھا کچھ، (وہ) ساتھی تھا دُعاء کی وہ روپے بن گئے، مال بن گیا تو اُس آدمی نے طرح طرح سے حیلے بہانے کر کے سارا لے لیا، (اِنہوں نے) سارا دے دیا۔ تو اُن کا پاس کچھ نہ رکھنا یہ حدیثوں میں بھی آیا ہے۔

## رَہبانیت ناکمل دین :

اور اِسی سے یہ عیسائی جو ہیں اِن لوگوں نے یہ لیا ہے کہ تارک الدنیا ہو کر گرجوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے گرجے بنا لیتے ہیں مرد بھی عورتیں بھی۔ شادی بھی نہیں کرتے کچھ نہیں کرتے، یہ وہاں ہی سے لیا ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام شادی بھی کریں گے، اَولاد بھی ہوگی۔ عیسائیوں نے اِن کی تعلیم پر عمل نہیں کیا :

لیکن شریعتِ مطہرہ نے بتایا کہ وہ زندگی اُن کی اِبتدائی تھی، اِس کے بعد اُن کو شادی بھی کرنی تھی وہ آکر کریں گے، اَولاد بھی ہونی ہے وہ ہوگی اَب (جب وہ قیامت سے پہلے زمین پر اُتارے جائیں گے) تو اِنہوں نے جس حد تک وہ رہے اُس حد تک نقل کرلی اور تارک الدنیا ہونے لگے لیکن یہ نقل اپنی طرف سے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم نہیں تھی کہ تم میری نقل کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور تھی۔ یہ قرآنِ پاک میں آتا ہے وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا یہ رہبانیت تارک الدنیا ہوکر بیٹھنا اِبْتَدَعُوْهَا یہ اِنہوں نے اپنی طرف سے ایجاد کرلیا ہے۔ مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ ہم نے تو جو توراۃ میں، انجیل میں تعلیم دی تھی، بھیجی تھی وہ یہ تھی کہ خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ جو کام کرو اُس میں اللہ کی رضا ہو بس یہ سوچ لیا کرو۔ مسائل کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے کہ اللہ نے یہ بتلایا ہے، اِس چیز سے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ جو ہم نے بتادیا وہ تم چاہتے رہو اور کرتے رہو۔ یہ نہیں کہ تارک الدنیا ہوکر بیٹھ جاؤ، یہ اِنہوں نے بدعت کی ہے اِبْتَدَعُوْهَا ایجاد کرلیا ہے، بدعت کرلی ہے اپنی طرف سے۔ اِسلام میں یہ نہیں ہے۔ بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ کو۔ باقی اُن کا مسلک جو تھا اُس پر وہ ڈٹے رہے۔

## ذرائع آمدنی سے منع نہیں فرمایا :

ہاں ایک بات تھی کہ وہ یہ نہیں فرماتے تھے کہ ذرائع آمدنی بھی نہ رکھو۔ مثلاً کسی کے پاس زمین ہے پیداوار ہے تو ہوتی رہے، ٹھیک ہے۔ مکان ہے اور اُس کا کرایہ آتا ہے تو ٹھیک ہے آتا رہے۔ وہ اِس کو منع نہیں فرماتے۔ وہ منع فرماتے تھے صرف روپیہ پیسہ جمع کرنے کو کہ یہ بالکل غلط ہے۔ بس جو آئے آگے بھیج دو اُسے اور آخرت کے لیے تیاری کرو اِس میں۔ چنانچہ ترقی یافتہ دَور میں جب تمام علاقے فتح ہوگئے، ایران بھی فتح ہوگیا اور اُدھر رُوم بھی فتح ہوگیا۔ تو دونوں سلطنتیں ختم ہوگئیں، اُس دَور میں اُن کا حال یہی تھا، وہ اِسی طرح سے رہتے رہے ہیں۔

## حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات :

اور جب وفات ہوئی ہے تو یہ "رَبَذَہ" مدینہ منورہ کے قریب جگہ تھی، وہاں تھے خود یہ اور بیوی اور کوئی نہیں تھا، تو بیوی نے کہا بھی کہ چلیں یہاں سے وہاں، قریب ہی تھا مدینہ منورہ۔ تو اِنہوں نے کہا نہیں ایسے نہیں بلکہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کی اطلاع دے رکھی ہے کہ ایسے ہی میرا انتقال ہوگا اور پھر لوگ آئیں گے اور وہ میرا انتظام کریں گے۔ تو وفات ہوگئی اِن کی۔ بیوی پریشان تھیں، تو اِتنے میں کچھ معلوم ہوا جیسے لوگ آرہے ہیں، مسافر آرہے ہیں۔ وہ قریب آئے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے وہ۔ اُنہوں نے اِن کی تجہیز وتدفین وتکفین کی یہ سارے کام کیے۔ اِس طرح سے اِن کی زندگی گذری۔

## شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سے اختلاف :

اِس سے پہلے یہ شام میں رہتے تھے۔ وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سے اِسی مسئلے میں اختلاف ہوگیا۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک تو یہ تھا کہ اگر تمہارے پاس سونا یا چاندی یا زیورات ہیں تو اُن کی زکوٰۃ دے دو تو پھر خدا کے یہاں سزا نہیں ہوگی۔ مگر یہ کہتے تھے کہ نہیں، رکھنا ہی منع ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب اختلاف ہوا تو یہ یہاں مدینہ منورہ آگئے۔ اب جب یہاں آگئے تو یہاں بھی یہی کردیتے تھے تقریر۔ جہاں دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کچھ، بڑے بڑے لوگ نظر آئے وہاں جا کر یہ بات پھر کہہ دیتے تھے۔ اور اپنی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ اِس پہ لوگ گرد اِن کے جمع ہوجاتے تھے کہ یہ ایک نئی بات فرماتے ہیں جو سنی نہیں کسی سے۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ :

تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِنہوں نے کہا کہ میرے پاس لوگ ایسے ہوجاتے ہیں جمع جیسے کہ اُنہوں نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ اگر چاہو تو "رَبَذَہ" چلے جاؤ، وہ سرسبز جگہ ہے، شاداب جگہ ہے اور مدینہ منورہ کے قریب بھی ہے زیادہ فاصلہ بھی نہیں ہے اور الگ بھی ہے تو وہاں رہ لیں آپ۔ تو یہ وہاں چلے گئے، وہیں رہتے رہے، وہیں وفات ہوئی۔

## کیمونسٹ ان کے عمل سے استدلال نہیں کرسکتے :

تو یہ کیمونسٹ وغیرہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بڑے حوالے دیتے ہیں لیکن کیمونیزم میں تو یہ ہے

کہ اپنی ذاتی کوئی چیز ہے ہی نہیں، ساری کی ساری سرکاری ہے۔ یہ تو یہ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اِن کا جو کہنا تھا وہ صرف سونے اور چاندی کے بارے میں تھا۔ جو چیزیں گردش میں رہتی ہیں، گردش میں رکھی جائیں۔ اُنہیں جو روک رہا ہے اُس کے لیے سخت وعید ہے کیونکہ اُن کے روکنے اور جمع کرنے سے اور اُن کے جمع کرنے کی طمع سے بہت بہت خرابیاں آتی ہیں۔ رہا یہ کہ اگر کوئی اتنی زمین یا جائداد کا مالک ہے کہ وہ بطور ذریعہ آمدنی ہے اور اس سے اُس کا گزارہ ہوتا ہے، تو وہ اِس سے منع نہیں کرتے تھے۔ تو اِن کا جو استدلال ہے یا اُن کا نام استعمال کرنا ہے وہ بے سمجھی کی بات ہے۔ اُنہوں نے جو فرمایا ہے وہ یہ ہے جو میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء..............

## درسِ حدیث

### کریم پارک اور ڈیفنس

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 4:00 بمقام بیت الحمد نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ میں اور ہر مہینے کی پہلی جمعرات کو بعد از نمازِ عصر 4:00 بمقام 35-X فیز I ڈیفنس ہاوسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔

خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ رابطہ نمبر : 042 - 7726702

042 - 5027139 - 0333 - 4300199

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

قسط : ۱

# ملفوظات شیخ الاسلام

# حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

## سیاسیات :

☆ ہندوستان میں جو بنک قائم ہیں اُن میں سے بعض اہل یورپ کے ہیں جو اسلام کے مخالف اور دُشمن ہیں۔ یہ لوگ سود کی رقمیں پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اُن کے تبلیغی مشن کو دیتے ہیں جبکہ سود کی رقموں کا مطالبہ روپیہ جمع کرنے والے نہیں کرتے ، اِس لیے سود کی رقم نہ لینا ایک بڑے فتنہ وفساد کا سبب ہے۔ لہٰذا اَرباب فتویٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ سود کی رقمیں ضرور لینی چاہئیں اور بطورِ خیرات کے مساکین کو تقسیم کر دینی چاہئیں اور کہیں دے دینی چاہئیں بلکہ سمندر میں پھینک دینا بنک میں چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

☆ ہم تو شریف حسین کے باوجود شرافت نسبی کے اسلام کی مخالفت کی وجہ سے مخالف تھے پھر ہم ابن سعود کی خرابیوں کو کیوں پسند کرنے لگے۔

☆ اَرکانِ جمعیۃ اُن لوگوں کی حمایت اور تائید کرتے ہیں جن سے اسلام کی شان بلند ہوتی ہے۔

☆ اہلِ حجاز کی قوت عملیہ مردہ اور بے حس ہو چکی ہے۔ اُن میں کسی تحریک اور اصلاح کے قبول کرنے کی صلاحیت مفقود ہے۔

☆ کراچی جیل میں ہم نے ''جھڑتی'' کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی اور نیکر پر بھی اعتراض کیا تھا۔ مگر نیچے نیکر ہم کو با آسانی مل گئے تھے۔ البتہ جھڑتی کی مخالفت کرنے پر سزائیں دی گئی تھیں۔ میں اکیلا اس پروٹسٹ میں نہ تھا بلکہ تین ہندو مسٹر وِجے رام ، دولت رام ، سوامی کرشنا نند وغیرہ بھی تھے۔ ہم کو اوّلاً سزا میں رات ہتھکڑیاں لگائی گئی تھیں پھر جب ہم نے نہیں مانا تو بجائے کھانے کے کانجی (نمکین حریرہ جوار کے آٹے کا) دیا جاتا تھا۔ پھر جب ہم نے نہ مانا تو پیروں میں زنجیر دار بیڑیاں ایک مہینہ کے لیے دی گئی تھیں۔ یہ مدت ختم نہ ہونے پائی تھی کہ خبر باہر نکل گئی اور گاندھی جی کے ینگ انڈیا میں مضامین نکلے تو ہم سے سزائیں اُٹھالی گئیں۔

☆ مالٹا میں کوڑے کا واقعہ بالکل غلط ہے۔کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔

☆ آج موقعہ ہے کہ بڑے دُشمن سے ترک موالات کیجیے اور اُس کو زِک دینے کے لیے غیروں کو ساتھ لیجیے جیسے یہود بنی حارثہ کو خیبر میں صفوان ابن اُمیہ اور دیگر طلقاء مکہ کو حنین میں خزاعہ کو حدیبیہ وغیرہ میں ساتھ لیا گیا۔

☆ مداراۃ بالاعداء مع البغض الباطنی بالفعل زیادہ ضروری اور مفید ہے اور حتی الوسع موالات ممنوعہ سے بچتے رہنا چاہیے۔

☆ انگریزوں کے ساتھ معاملہ سیاسی غیر مذہبی نہیں ہے بلکہ مذہبی ہے۔البتہ وہ اکبرالاعداء اور اقوی الاعداء اور اضرالاعداء ہیں۔ان کی اسلامیت سے نا اُمیدی ہو مَا نَحْنُ فِیْہِ ایسا نہیں۔اگر وہ اِسلامی دُنیا پر مظالم گزشتہ سے تلافی اور آئندہ کے لیے دَست بردار ہوجائیں تو ترکِ موالات وغیرہ میں تخفیف ضرور ہوگی، البتہ تابقائے کفر مصالحت کی بناپر نہ موالات تامہ ہوگی اور نہ معاملات تامہ۔

☆ اگرچہ انگریز چھوت چھات کا معاملہ نہیں کرتے مگر اسلام کے بدترین اور اعلیٰ ترین دُشمن ہیں بخلاف ہنود۔یہ ہمارے پڑوسی ہیں اگرچہ کافر ہوں، پڑوسی پر حق رکھتا ہے کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ ان کے ساتھ ہمارا خون ملا ہوا ہے، رشتہ اور قرابت داری ہے یا آباء کے ساتھ یا جدات کے ساتھ۔ہندوستان میں ہم کو مجبورًا رہنا اور درگزر کرنا ہے۔بغیر میل جول جس قدر بھی ممکن ہو ہندوستان میں گزر کرنا عادتًا مستحیل ہے۔اِس لیے ضروریاتِ زندگیہ اس طرف تخفیف ضرور پیدا کریں گی۔

☆ چھوت چھات ہندو قوم کو روز افزوں کمی کی طرف دھکیل رہی ہے اور اسلام باوجود ہر طرح کی کمزوریوں کے ترقی پا رہا ہے۔

☆ ہماری اِس تحریک کے رُوحِ رواں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہیں باوجود ہر قسم کے کمالات ظاہری اور باطنی کے اور تصوف و معرفت خداوندی میں استغراق و انہماک کے، اُن کی خصوصی توجہ اِس خبیث حکومت کے انقطاع کی طرف ہمیشہ آخر دم تک رہی۔اُن پر بغض فی اللہ کا اِس قدر غلبہ تھا کہ فرماتے تھے مجھ کو اپنے نفس کے ساتھ یہاں تک بدگمانی ہے کہ غالبًا مجھ کو اسلام کی خیرخواہی اور محبت اس قدر نہیں ہے جتنی کہ اس خبیث قوم (انگریز) کی بدخواہی اور عداوت۔حالانکہ یہ بغض بھی اِسلامی محبت کا ہی لازمہ ہے۔

☆ آج یورپین قومیں خود آپس میں کون سی انسانیت عمل میں لا رہی ہیں جو ایشیائی اور افریقی قوموں کے ساتھ عمل میں لائیں گی۔ پھر ہم تو ایشیائی اور ہندوستانی نیم وحشی ہیں ہی (اِن کی نظر میں) وہ جو مراعات کرتے ہیں محض اپنی مصالح کی بناء پر۔ پھر ایسی کافر قوم کے افراد سے کوئی اُمید ایسی ہے جیسے آگ سے پیاس بجھانے کی۔

☆ مولانا شبیر احمد صاحب اور اُن کے ہم خیال مدرسین اور ملازمین اب ڈابھیل ضلع سُورت کو چلے گئے۔ نواب چھتاری نے اِن کو دوسو روپیہ ماہوار نہیں دیا بلکہ کئی سال ہوئے تھے حیدر آباد سے وہاں کے وزیرِاعلیٰ جن کے جانشین چھتاری صاحب ہیں انہوں نے دوسو روپے پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ سے مقرر کرا دیئے تھے وہ اِن کو برابر ملتے رہے۔

☆ جمعیت کے بھی اکثر سرگرم اَرکان جیلوں میں بند ہیں۔ جو لوگ باہر ہیں وہ ڈیفنس کے آرڈیننس سے خائف ہیں۔ یہ ایسا ہتھیار ہے کہ جس کی نہ داد ہے نہ فریاد۔ جس کو چاہا دھر لیا۔ اوّل تو علماء میں عموماً احساس ہی نہیں اور جن کو کچھ ہے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر ہراساں اور بیدلرزاں ہیں پھر کس طرح بنے؟

☆ آپ نے دیہات کے عوام کی حالت بچشم خود دیکھی ہے۔ کیا اِس کی ذمہ داری سے علماء بری ہو سکتے ہیں۔ روایت میں فرمایا گیا ہے آج فوجاً فوجاً لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ فوجاً فوجاً اسلام سے خارج ہوں گے فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ کیا اِس کی شہادت نہیں دیتی ہے جس طرح ابتداء میں اِسلام اُوپرا اور منکر تھا۔ (بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا) اِسی طرح اس زمانہ میں غریب ہوتا جا رہا ہے (وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا) ان لیگیوں کی اسلامیت کیا مصطفی کمال کی سی صرف نام کی اسلامیت نہیں ہے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی.

☆ شکستہ حالی اور گرے ہوئے مسلمان، ادنیٰ طبقہ اور متوسط کو تو سنبھالا جا سکتا ہے۔ مگر تعلیم یافتہ (انگریزی خواں، اور اَربابِ دول) مسلمانوں کو پہلے بھی مشکل تھا اور اَب تو تقریباً محال ہو گیا ہے۔

☆ لیگی صرف سیٹوں اور عہدوں کے لیے طوفان خیز کارروائیاں عمل میں لاتے ہیں مگر مسلم عوام کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ ان کی دیانت اور اسلام تو کیا دیکھتے۔ غربت اور افلاس، ان کی جہالت ان کی بیکاری اور پسماندگی وغیرہ کی طرف بھی بالکل توجہ نہیں۔ علمائے دین اوّل تو نہایت کم ہیں، وہ بھی اپنی بڑی

بڑی ملازمتوں اور وجاہت آمدنی وغیرہ کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ پیشہ ور پیرانِ عظام کا کام صرف ٹیکس وصول کر لینا ہے، مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں۔

☆ جو وقت بھی اَسارت اَعداء اللہ میں گزرتا ہے اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے۔

☆ مسلمانوں کے اداراتِ تعلیمیہ صرف تعلیمی خدمات انجام دینے کے لیے نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ مسلمانوں کی مذہبی اور دینی اور دوسری ضروری خدمات بھی اُن کے فرائض میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ رُوم اور روس کے زمانہ میں حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز اور مدرسین نے دورے کیے اور ایک عظیم الشان مقدار چندے کی جمع کر کے ترکی کو بھیجا۔ اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں تعطیل رہی اور تنخواہیں دی گئیں۔

☆ جنگِ بلقان میں حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر اَراکین دارالعلوم نے تقریباً ایک ماہ یا زائد درسی خدمات بند کیں اور دَورے کرائے اور چندہ جمع کر کے ہلالِ احمر کی شاندار اعانت کی۔ ایام تحریک خلافت میں حضرت مولانا حافظ احمد صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ اجلاس گیا اور اجلاس لاہور، اجلاس سیوہارہ، اجلاس جمعیت، اجلاس خلافت میں خود اور مدرسین اور ملازمین شریک ہوئے اور کیے گئے اور تنخواہیں وغیرہ جاری رکھی گئیں۔

☆ جمعیت علماء کا قائم کرنا اور آزادی ہند کی جد و جہد کرنا انہی دینی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے اَشد ضروری سمجھا گیا ہے۔ اختلاف آراء دوسری چیز ہے۔ پس جو لوگ بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں وہ کسی ادارۂ علمیہ کے مقاصد کے علاوہ کسی دوسرے مقصد میں حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ سیاسیات خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ، مذہب اسلام سے خارج نہیں۔ بالخصوص آج جبکہ موجودہ سیاسی مصائب ہر قسم کے مذہبی مصائب کے سرچشمہ بنے ہوئے ہیں۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر۲۶ قسط : ۱

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# آغازِ دَورِ فتن

محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" کا سب سے پہلا عنوان "اُموی خلافت کا پس منظر" رکھا ہے۔ یہ مضمون اُنہوں نے بیس صفحات میں دریا دَر کوزہ کر کے لکھا ہے۔ مضمون محض جارحانہ ہے جس کی ابتداء "سبائی پارٹی اور حضرت علی ؓ کی بیعت" کے عنوان سے کی ہے (ص ۵۲)۔ ہمیں اِس عنوان پر ہی اعتراض ہے یہ عنوان غلط ہے اور مسخ تاریخ کی ایک کوشش ہے، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا سبائی پارٹی سے خاص جوڑ تھا یا وہ اُن کے ہاتھوں وجود میں آئی تھی۔ حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے برسوں پہلے وجود میں آ چکی تھی۔ اَب یہ پل کر جوان ہو چکی تھی اور اتنی مضبوط وقوی کہ اُس کی شعلہ بازی نے خلیفۂ وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ و ارضاہ کو عین دارالخلافہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر شہید کر دیا تھا۔ اِس کی جڑیں قبائل میں تھیں۔ اُس دَورِ فتن کا آغاز ہو چکا تھا جس کی اطلاع جناب رسول اللہ ﷺ دے چکے تھے۔

حدیث شریف کی تمام کتابوں میں ایسی روایات منقول چلی آ رہی ہیں جن میں اس دَور کی آمد کی اطلاع ہے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ ؓ سے جو صاحبِ سر رسول تھے، زمانۂ فتنہ کے بارے میں دریافت فرما رہے تھے کہ وہ فتنہ کب درپیش ہوگا جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی؟

اَلْفِتْنَةُ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَوْجِ الْبَحْرِ. تو حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا! اے امیر المؤمنین آپ کو اُس سے کوئی اندیشہ نہیں، آپ کے اور اُس کے درمیان بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ جب فتنے آئیں گے تو یہ دروازہ کھول کر آئیں گے یا توڑ کر؟ اُنہوں نے کہا ''توڑ کر'' آپ نے فرمایا: اِذًا لَّا یُغْلَقُ اَبَدًا (بخاری ج ۱ ص ۷۵) پھر تو یہ فتنوں کا دروازہ کبھی بھی بند نہ کیا جا سکے گا کیونکہ دروازہ کھول کر فتنے داخل ہوتے تو فتنوں کو خارج کر کے دروازہ بند کیا جا سکتا تھا لیکن ٹوٹنے پر تو وہ بند کرنے کے قابل ہی نہ رہے گا۔

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب جناب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰہِ (خدا کی ذات پاک ہے) آج کتنے فتنے اُترے ہیں اور کتنے خزانے کھولے گئے ہیں، حجروں میں رہنے والیوں کو جگاؤ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۲)

سرورِ عالم ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک روز دریافت فرمایا: جو مجھے نظر آرہا ہے کیا تم دیکھ رہے ہو؟ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ''نہیں'' اِرشاد فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں میں بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۴۶)

کرمانی اور عینی کے حوالہ سے حاشیہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے:

وَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلَی الْحُرُوْبِ الْوَاقِعَةِ الْجَارِیَةِ بَیْنَهُمْ کَقَتْلِ عُثْمَانَ وَیَوْمِ الْحَرَّةِ. وَفِیْهِ مُعْجِزَةٌ ظَاهِرَةٌ لَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اِس میں اُن لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو اِن حضرات میں چلیں۔ جیسے شہادت سیدنا عثمان اور واقعہ حرہ اور (آئندہ ہونے والے واقعات کے بارے میں) اس اطلاع میں جناب رسول اللہ ﷺ کا کھلا معجزہ ہے۔

امام بخاریؒ کے عظیم المرتبہ اُستاد ابن ابی شیبہؒ نے اپنی عظیم الشان کتاب ''اَلْمُصَنَّفُ'' میں حضرت ابومسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ صاحبِ سِر رسول اللہ ﷺ کی گفتگو روایت فرمائی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ان سے فرمایا اے ابومسعودؓ! کیا آپ اپنے دین کو نہیں جانتے؟ ابومسعودؓ نے فرمایا ضرور جانتا ہوں۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ مَاعَرَفْتَ دِيْنَكَ اِنَّمَا الْفِتْنَةُ اِذَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ فَلَمْ تَدْرِ اَيُّهُمَا تُتَّبَعُ فَتِلْكَ الْفِتْنَةُ . (مصنف ابن ابی شیبه ج ۴ ص ۹۳۰ قلمی ، کتب خانه پیر جھنڈا)

آپ کو اُس وقت فتنہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک آپ اپنے دین کو پہچانتے رہیں۔ فتنہ وہ ہوتا ہے جب حق اور باطل میں تمیز نہ رہے اور آپ کو یہ نہ پتہ چلے کہ دو میں سے کون سی بات پر عمل کرنا صحیح رہے گا تو وہ فتنہ ہوگا۔

ہوا اِسی طرح ہے کہ دَورِ فتن کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا ہے پھر وہ اُمت میں قائم رہے ہیں۔ فتنے گھروں میں اُترے ہیں یعنی خانہ جنگی ہوئی ہے اور اِن کا آغاز ایسے ہی ناسمجھ لوگوں کے ہاتھوں ہوا جو دین کی پوری سمجھ نہ رکھتے تھے، اپنی سمجھ پر چلتے تھے۔ آیات اور احادیث کا مطلب سمجھنے میں ان سے غلطی ہو رہی تھی۔ وہ بجائے اِس کے صحابہ کرامؓ کا اتباع کریں خود تفسیر و تاویل کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی تقلید کے بجائے اُن پر اعتراض کرتے تھے حتی کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال (گورنروں) کی تکفیر کرنے لگے پھر حضرت عثمانؓ کی اور پھر آخر میں حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی تکفیر کرنے لگے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : اہل سنت کی یہ علامتیں ہیں :

يُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ وَيُحِبُّ الْخَتَنَيْنِ وَ يَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. (عنایه شرح هدایه مع فتح القدیر ج ۱ ص ۹۹)

شیخین ابوبکر و عمر کو حضرت عثمان و علی سے افضل جانے۔ حضرت عثمان و علی سے محبت رکھے (رضی اللہ عنہم) اور خُفین (موزوں) پر جوازِ مسح کا قائل ہو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دَورِ خلافت کا خاکہ سَن وار لکھ دیا جائے تاکہ فتنہ پردازوں کے نام اور اُن کے اعتراضات کے جوابات اور ساتھ ہی یہ کہ اُن کی سازش کے کیا اثرات ہوئے جو مدینہ منورہ اور صحابہ کرامؓ پر بھی ہوئے۔ یہ سب رُوداد سامنے آجائے۔

☆ ۳ رمحرم ۲۴ھ : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی گئی۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۴۷)۔ آپ خطبہ کے لیے منبر پر اُس جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما

ہوئے تھے۔سب سے پہلا قضیہ جو آپ کے سامنے پیش ہوا، وہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تھا کہ اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے بعد حملہ آور ''ابُو لؤلؤۃ'' کی بیٹی کو قتل کیا پھر ایک نصرانی کو جسے ''جُفینہ'' کہا جاتا تھا تلوار مار کر قتل کر دیا اور والی تُستر ''ھُرمُزان'' کو بھی قتل کر دیا کیونکہ لوگوں میں یہ بات ہورہی تھی کہ اِن دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ میں ابُو لؤلؤۃ کی مدد کی تھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ کی اِس کارروائی کا علم ہوا تو آپ نے انہیں قید کرنے کا حکم دے دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والا خلیفہ اِس معاملہ میں فیصلہ کرے۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوگئے اور مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو سب سے پہلے یہی قضیہ پیش کیا گیا کہ عبیداللہ کے بارے میں کیا فیصلہ ہو۔

حضرت علیؓ نے قصاص کی رائے دی کہ اِن کو چھوڑ دینا عدل نہیں ہے۔ کچھ مہاجر حضرات نے کہا کہ کل تو اِن کے والد شہید کیے گئے ہیں کیا آج انہیں مار دیا جائے؟

حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا : اے امیر المؤمنین آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اِس سے بری رکھا ہے یہ ایسا قضیہ ہے جو آپ کے دَورِ خلافت سے پہلے کا ہے (اِس دن آپ خلیفہ نہ تھے) تو اِسے چھوڑیے۔ یہ رائے حضرت عثمانؓ نے پسند فرمائی۔ ان سب مقتولین کا خون بہا اپنے ذاتی مال میں سے دیا اور چونکہ ان کا کوئی عزیز ولی نہ تھا اس لیے وہ بیت المال میں جمع فرمادی۔ امام یعنی خلیفہ کو اختیار ہے کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جو زیادہ مفید ہو۔ پھر عبیداللہ کو چھوڑ دیا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۴۹)

**ولید بن عقبہ :**

اِسی سال ولید بن عقبہ نے آذربائیجان اور آرمینیہ پر اِن کے عہد شکنی کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگوں نے پہلے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جس معاہدہ کے تحت صلح کی تھی اس سے پھر گئے۔ ولید بن عقبہ نے کوفہ سے لشکر لیا اور انہیں زیر کیا۔ اُنہوں نے پھر مصالحت کی پیشکش کی ، وہ مان لی، آٹھ لاکھ درہم سالانہ جزیہ طے ہوا۔ ان سے ایک سال کا پیشگی جزیہ لے لیا گیا۔ (اسی طرح حضرت حذیفہؓ سے رَی یعنی تہران کے لوگوں نے بھی مصالحت کی تھی وہ توڑ دی، وہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی اور اسے فتح کرلیا)

ولید بن عقبہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عراق کے علاقہ میں الجزیرہ کے مغربی حصہ کا حاکم مقرر فرمادیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے جب یہ وہاں پہنچے تو اُس علاقہ کے لوگوں کا اُن کی طرف بہت

رُجحان ہوا۔ یہ وہاں پانچ سال رہے۔ ان کے مکان کا دروازہ ہی نہ تھا۔ اور رعایا کے ساتھ نرم رویہ رکھتے تھے۔ ابھی یہ وہیں تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت شروع ہوگیا۔ اُس وقت کوفہ کے امیر حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سال بعد انہیں معزول کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیر کوفہ بنادیا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۰۔۱۵۱)

اس سال کی رُوداد میں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ کے نئے نام آئے ہیں جو بعد میں بھی آئیں گے۔

☆ ۲۵ھ میں حضرت عمرو بن العاص سے جو عامل مصر تھے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے افریقہ کے مغربی علاقوں میں پیش قدمی کی اجازت چاہی۔ اُنہوں نے اجازت دے دی۔ اِسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں یزید پیدا ہوا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۱)

اِس سال یہ دو نام آپ کے سامنے آئے ہیں جو بعد میں بھی آئیں گے۔

☆ ۲۶ھ میں یا اِس سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان میں ایک معاملہ میں اختلاف ہوا جو شدت اختیار کر گیا اِس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں پر خفا ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کر دیا اور اِن کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت سعد کی معزولی اور اِن کی تقرری پر لوگوں کو اعتراض ہوا۔ ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن اُمیہ بن عبد شمس اور اُن کے والد عقبہ کو بدر کے موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے قتل کرادیا تھا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ وسعتِ ظرف، حلم، شجاعت، اَدب و شعر میں قریش میں نامور تھے۔ اِسی سال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے سابور فتح کیا اِس کی فتح صلحًا ہوئی۔ تینتیس لاکھ سالانہ جزیہ مقرر ہوا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۱۵۱)

عثمان بن ابی العاص الثقفی الطائفی ابو عبداللہ کا نام نیا آیا ہے۔ ان کا تعارف یہ ہے کہ : اِنہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں اِسی جگہ برقرار رکھا۔ ان کی والدہ صاحبہ ذکر کیا کرتی تھیں کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں تَوَّج اور اَصطَخَر کے علاقے فتح کیے۔ یہ ایران کے علاقے ہیں۔

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وفات کے بعد بنو ثقیف کو اِرتداد سے بچایا۔ اُنہوں نے کہا :

یَامَعْشَرَ ثَقِیْفٍ کُنْتُمْ اٰخِرَ النَّاسِ اِسْلَامًا فَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّلَھُمْ اِرْتِدَادًا.

(تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۱۲۹)

اے ثقیف کے لوگو ! تم لوگوں نے سب کے بعد اسلام قبول کیا تھا تو اِرتداد میں بھی پہل نہ کرو۔

☆ ۲۷ھ : سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ مبارک میں کچھ سال کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ پھر بعض مسائل پر اعتراضات اُٹھے جن سے مفسدین نے بعد میں چنگاریاں بھڑکائیں۔ مثلاً

۲۷ھ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصر کی گورنری سے حضرت عمرو بن العاص کو ہٹا کر حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو والی مصر بنا دیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ لیکن عبداللہ اُن لوگوں میں تھے جن کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ جہاں بھی ملیں قتل کر دیے جائیں کیونکہ وہ مسلمان ہوکر اِرتداد کے شکار ہو گئے تھے مگر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اِن کی سفارش فرمائی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اَمان دے دی۔ پھر وہ پختہ مسلمان ہو گئے۔ اُن کے کارنامے البدایہ کے حوالے سے آپ کے سامنے آنے والے ہیں۔ شہادتِ عثمانؓ کے وقت یہ مصر سے آرہے تھے کہ شہادت کا علم ہوا، عسقلان میں ٹھہر گئے۔ اُنہوں نے نہ حضرت علیؓ سے بیعت کی نہ حضرت معاویہؓ سے اور نہ صفین میں شرکت کی۔ اُنہوں نے دُعاء مانگی کہ اے اللہ میرا آخری عمل نماز ہو۔ اُنہوں نے فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور والعادیات پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت پڑھی۔ دایاں سلام پھیر کر بایاں پھیرنے لگے تھے کہ وفات ہوگئی، یہ ۳۶ھ میں ہوا، رضی اللہ عنا وعنہ۔ (اُسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۴)

حضرت عثمانؓ نے انہیں والی افریقہ بنا کر حکم دیا کہ افریقہ کے علاقہ میں پیش قدمی کریں۔ جب اللہ تعالیٰ اِن کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے تو انہیں مالِ غنیمت میں سے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ (پچیسواں حصہ) دیا جائے گا۔ عبداللہ نے پیش قدمی کر کے پہاڑی اور میدانی سب علاقے فتح کر ڈالے۔ اِن کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ پھر اس حصہ کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا، بعد میں بھی وہ پکے مسلمان رہے۔ حضرت عبداللہ نے خُمس میں سے پانچواں حصہ رکھ کر چار حصے امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیے باقی چار

(یعنی پچیس میں سے ایک حصہ رکھ کر چار حصے دارالخلافہ بھیجے اور بیس حصے مجاہدین میں تقسیم کر دے۔ ہر گھوڑے سوار کو تین ہزار دینار اور پیادہ کو دو ہزار دینار ملے۔ اس علاقہ کے سردار نے بیس لاکھ بیس ہزار دینار دے کر صلح کی۔ یہ ساری رقم حضرت عثمان غنیؓ نے ایک دم حکم کی اولاد کو دے دی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حکم کے بیٹے) مروان اور اُس کے بچوں کو دے دی۔ حکم اور مروان کے نام آئے ہیں، حکم صحابی ہیں ان کا تعارف یہ ہے :

اَلْحَکَمُ بْنُ اَبِی الْعَاصِ بْنُ اُمَیَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ الْقُرَشِیُّ الْاُمَوِیُّ. یہ مروان کے والد ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص۔

یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں میں ہیں۔ اتنی بات تو یقینی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِن کو ناراض ہو کر طائف جلاوطن کر دیا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو مدینہ شریف میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ان کو مدینہ شریف آنے کی اجازت دے دی۔ ان سے عرض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ان کے لیے اجازت چاہی تھی تو آپ نے دے دی تھی۔ پھر اِن کا انتقال خلافتِ عثمانؓ کے دَور میں ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ حکم طائف میں ایک طرف رہے تو مالی حالت دگر گوں ہو گئی ہو گی اور یہ زمانہ ایسا تھا کہ ہر فرد مستغنی ہو چکا تھا۔ احساس کمتری سے نکالنے کے لیے زیادہ اِمداد دے دی ہو گی جیسے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت عباسؓ نے مدینہ شریف آنے کے بعد اپنی پریشانی کا ذکر کیا کہ میں نے بدر کے موقع پر اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (دونوں بدر کے موقع پر قید ہو گئے تھے) تو آپ نے انہیں اجازت دی کہ وہ اتنا مال لے لیں جتنا اُن سے اُٹھ سکے۔ (بخاری ج ۱ ص )

یہ اُس اعتراض کا جواب ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اس معاملہ کی وجہ سے کیا گیا۔

پھر عبداللہ بن سعد ہی کی سرکردگی میں ''بربر'' کا علاقہ فتح ہوا۔ اس دفعہ اِن کے لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر بھی شامل تھے۔ ان کا بادشاہ ''جرجیر'' تھا۔ اُس کے لشکر کی تعداد کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار یا دو لاکھ تھی۔ اُس نے مسلمانوں کے پورے لشکر کا گھیرا ڈال لیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن زبیر کی زبردست تدبیر اور شجاعت دیکھنے میں آئی۔ اُنہوں نے بادشاہ کو تاکا، اُس کے پاس پہنچ کر اُسے قتل کر کے اُس کا سر نیزے پر بلند کر دیا۔ یہ دیکھ کر بربر ایسے بھاگے جیسے پرندے اُڑ جاتے ہیں۔ (جاری ہے)

اصلاحِ خواتین

# زبان کی حفاظت اور اُس کا طریقہ

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

### غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے :

فرمایا حدیث شریف میں اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت ہے)۔ حضرت حاجی امداداللہ مکی صاحبؒ نے اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ زنا کا گناہ باہی یعنی شہوت سے متعلق ہے اور غیبت کا گناہ جاہی یعنی تکبر سے متعلق، اور تکبر شہوت سے اَشد یعنی زیادہ خطرناک ہے۔ (حسن العزیز)

### غیبت کی تعریف اور اُس کا حکم :

☆ غیبت یہ ہے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کی ایسی برائی کرنا کہ اگر اُس کے سامنے کی جائے تو اُس کو رنج ہو، گو وہ سچی ہی بات ہو ورنہ وہ بہتان ہے۔ اور پیٹھ پیچھے کی قید سے یہ نہ سمجھے کہ سامنے برائی کرنا جائز ہے کیونکہ وہ لُمز میں داخل ہے جس کی ممانعت اُوپر آئی ہے۔

☆ اور تحقیقی بات یہی ہے کہ غیبت گناہِ کبیرہ ہے۔ البتہ جس غیبت سے بہت کم تکلیف ہو وہ صغیرہ ہوسکتا ہے جیسے کسی کے مکان یا سواری کی برائی کرنا۔

☆ اور جو سننے والا دفع کرنے پر قادر ہو، اور منع نہ کرے اُس کا سننا بھی غیبت کے حکم میں ہے۔

☆ غیبت میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ہیں۔ البتہ توبہ واجب ہے اور معاف کرانا بھی ضروری ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک اُس شخص کو اِس غیبت کی خبر نہ پہنچے تو حق العبد نہیں ہوتا۔ لیکن اس صورت میں بھی جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اُس کے سامنے اپنی تکذیب کرنا (یعنی اپنے کو غلطی پر بتلانا) ضروری ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو مجبوری ہے۔

☆ مرنے کے بعد وارثوں سے معاف کرانا کافی نہیں بلکہ غائب میت کے لیے استغفار کرتا رہے۔ (اُن کے لیے بھی) اور اپنے لیے بھی۔

☆ بچہ، مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے۔ کیونکہ اُس کو تکلیف دینا حرام ہے اور حربی کافر کی غیبت تضیع وقت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

☆ اور غیبت کبھی فعل سے بھی ہوتی ہے، مثلاً کسی لنگڑے کی نقل بنا کر چلنے لگے جس سے اُس کی حقارت ہو۔

☆ اور جس سے غیبت کو معاف کرایا جائے اُس کے لیے مستحب ہے کہ معاف کردے۔

☆ بغیر مجبوری غیبت سننا غیبت کرنے کے مثل ہے۔

☆ اگر برائی کرنے کی کوئی ضرورت یا مصلحت ہو جو شرعاً معتبر ہو وہ غیبت حرام میں داخل نہیں جیسے ظالم کی شکایت ایسے شخص سے جو ظلم دفع کر سکے یا مسلمانوں کو دینی یا دُنیوی شر سے بچانے کے لیے کسی کا حال بتلا دیا یا کسی کے مشورہ لینے کے وقت اُس کا حال ظاہر کر دیا۔ (بیان القرآن سورہ حجرات)

## غیبت وچغلی سے معافی تلافی کا طریقہ :

اگر کسی کی غیبت ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کے ساتھ اُس شخص سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے جس کی غیبت کی ہے لیکن غیبت کی پوری تفصیل بتلانے سے (کہ میں نے تمہاری یہ غیبت کی ہے اِس سے) اُس کو تکلیف ہوگی۔ اِس لیے اجمالی طور پر اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میرا کہا سُنا معاف کرو۔ اور اِس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی۔ اُن کے سامنے اِس کی تعریف بھی کرے اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کردے اور اگر وہ بات غلط نہ ہو سچی بات ہو (یعنی اُس میں واقعی وہ غیبت موجود ہو) تب یوں کہہ دو بھائی اِس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ مجھے خود اُس پر اعتماد نہیں۔

اگر وہ شخص مر گیا جس کی غیبت کی تھی تو اب معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کے لیے دُعا و استغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دے دے کہ اَب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔ (انفاسِ عیسیٰ)

## مرحوم اور لاپتہ کی غیبت سے معافی کا طریقہ :

غیبت شکایت (گالی گلوچ) اور جانی ظلم سے تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مظلوم جس کی غیبت کی ہے یا گالی دی ہے وہ مر گیا ہو یا لاپتہ ہو گیا ہو تو اُس کے حق میں دُعا کرو۔ نماز اور قرآن پڑھ کر اُس کو ثواب بخشو۔ اور عمر بھر اُس کے لیے (جن جن کی غیبت کی ہے) دُعا کرتے رہو۔ (باقی صفحہ ۶۲)

قسط : ۱۲

# اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

# حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

## درود میں اہل بیت کا شریک ہونا :

(۴۳) **مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یُصَلِّ فِیْھَا عَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ (اخرجہ البیھقی والدار قطنی عن ابی مسعود الانصاری رفعا و وقفا)**

فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے جو شخص درود بھیجے کوئی درود جس میں میرے اہلِ بیت کو شامل نہ کرے (فقط مجھ پر درود بھیجے) تو وہ درود قبول نہ ہوگا اُس شخص سے (اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور پورا ثواب نہ ملے گا اور ایسا کرنا مکروہ ہوگا) اس کو بیہقی اور دارِ قطنی نے روایت کیا ہے)۔

اور جان لو کہ کوئی درود ایسا نہیں کہ مسلمان اُس کو بقاعدۂ عبادت بجالاوے اور اُس کا ثواب نہ ملے ہاں ثواب میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے۔ درود شریف کا مقبول ہونا ضروری ہے پس اگر اچھی طرح بشرائطِ شرعیہ درود بھیجے تو ثواب کامل ہوگا ورنہ ناقص۔ علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ جب تو خدا سے دُعا مانگے تو اُس میں درود نبی ﷺ پر شامل کرلے اِس لیے کہ درود نبی ﷺ پر مقبول ہے اور اللہ پاک بڑا کریم ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بعض دُعا (جو کسی مقصود کے لیے کی گئی ہے) رَد کردے اور بعض (درود) قبول کرلے اور پھر اِسی کے مثل حضرت سیدنا شیخ ابوطالب مکی اور مولانا محبوبنا امام محمد غزالی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے حضرت زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قول حدیث مرفوع مجھے ثابت نہیں ہوا بلکہ موقوف ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول مرفوع کے حکم میں ہے اِس لیے کہ یہ حکم رائے سے ثابت نہیں ہوسکتا پس ہر درود کا مقبول ہونا لازم ہے جیسا کہ اُوپر حضرت ابودرداء اور حضرت ابن

عباس اور حضرت ابو طالب مکی اور حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہم کے قول سے ثابت ہوا۔

اور کوئی شبہ نہ کرے اُس حدیث سے جو اصبہانی نے روایت کی ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جاوے تو اُس کے اَسی برس کے گناہ بخش دیے جاویں گے اس طور کہ اُس میں قبولیت کی قید ہے تو معلوم ہوا کہ بعضا درود قبول نہیں بھی ہوتا ہے، یہ اِس لیے کہ تمام احادیث میں مطابقت کرنی حتی المقدور ضروری ہے۔ پس مراد اِس سے وہی ہے جو پہلے مذکور رہوا یعنی جس کو پورا ثواب اور پوری قبولیت ایک دفعہ درود پڑھنے کی میسر ہو تو اَسی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس کو مقدار معین سے کم ثواب ہو کسی نقصان کی وجہ سے اُس کو یہ فضیلت میسر نہ ہوگی گو کسی قدر ثواب ہوگا۔ اور اہل علم پر یہ محاورات شریعہ مخفی نہیں ہیں اس مقام کو خواص و عوام بغور ملاحظہ فرمائیں کہ محض فضل الٰہی سے قلب پر وارد ہوا ہے اور اس کی نفاست اہل علم بنظر انصاف معلوم کر لیں گے۔

اور بعض اکابر علماء نے جو احادیث مذکورہ میں یہ تاویل کی ہے کہ قبولیت سے مراد یہ ہے کہ رحمت حضور ﷺ کو حاصل ہو جاتی ہے اور جو چیز سائل نے درود میں طلب کی تھی وہ یہی ہے، رہی یہ بات کہ سائل کو ثواب ملے یہ ضرور نہیں، کبھی ملتا ہے جبکہ شرائط معتبرہ بجالائیں جاویں اور اگر شرائط نہ ادا ہوں تو ثواب نہیں ملتا، یہ معنی رَدِّ درود کے ہیں۔ سو یہ تاویل نہایت بعید ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ جب قبولیت کو ایسا ضروری قرار دیا جاوے تو کافر کے درود کا مقبول ہونا بھی لازم ہو، اور اِس کا کوئی قائل نہیں اِس لیے کہ کافر کسی مردہ کو (خواہ اُس کی موت محض ظاہری ہو جیسے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ وہ حضرات فی الحقیقت اعلیٰ حیات کے ساتھ بعد ظاہری موت کے موصوف ہیں یا دوسرے قسم کے مردہ ہوں) اپنی دُعا سے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ پس تاویل وہی قوی اور صحیح ہے جو بندہ نے محض موہبتِ الٰہیہ سے بیان کی۔ نیز قبولیت کے معنی مذکور جو اُن علماء نے بیان کیے ہیں علاوہ وجہ مذکور کے دوسری وجہ سے بھی بعید ہیں اِس لیے کہ شئے کا وجود مع اپنے لوازمات کے ہوا کرتا ہے اور قبولیت دُعا کے لوازم سے ثواب اور رضا الٰہی ہے پس قبولیت کا ثواب سے خالی ہونا غیر معقول ہے اور کافروں کے جو مقاصد دُنیوی بر آتے ہیں۔ وہ اِس اعتبار سے نہیں کہ خدائے تعالیٰ اُن کی دُعا قبول کرتا ہے بلکہ اِس حیثیت سے کہ تقدیر الٰہی میں وہ چیز اُن کو ملنے والی ہوتی ہے اُن کا طلب کرنا اُس تقدیر کے موافق ہو جاتا ہے۔ پس مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور کافر بوجہ نافرمانی خالق کے اِس امر کے اہل

نہیں کہ اُن کو باعتبار قبولیت کوئی چیز دی جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَادُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلاَّ فِیْ ضَلٰلٍ (اور نہیں ہے دُعا کافروں کی مگر گمراہی میں یعنی اُس کا کچھ اثر نہیں) اور یہ تقریر اُس تقریر سے عمدہ ہے جو بعض علماء نے بیان کی ہے کہ کفار کی دُعا دُنیا کے بارے میں مقبول اور آخرت کے بارے میں مردود ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ کفار کو آخرت میں بطریقِ مذکور کچھ ثواب وغیرہ نہیں مل سکتا اِس لیے کہ حق تعالیٰ نے خبر دے دی ہے کہ وہ ضروری اور اَبدی طور پر جنت کی نعمتوں سے محروم رہیں گے بخلاف دُنیا کی نعمتوں کے کہ اُس کے بارے میں یہ حکم صادر نہیں ہوا۔ خوب سمجھ لو حتی المقدور میں نے تقریر سہل کی ہے لیکن چونکہ باوجود اِس لحاظ کے بھی اِس مضمون کے سمجھنے میں علوم کی حاجت ہے اِس لیے پورے طور پر اہل علم اِس سے منتفع ہوں گے اور بقدرِ ضرورت غور سے دیکھنے کے بعد عوام بھی محروم نہ رہیں گے۔ اور بعضی معتبر حدیثوں میں فقط حضور ﷺ پر بھی بغیر شمول حضرات اہل بیت درود شریف وَارد ہوا ہے، سو ایسے موقعوں پر اِس احقر کے نزدیک وہی طریق اولیٰ ہے جو اُس موقع پر ثابت ہے اور اگر اہل بیت کو ایسی جگہ بھی شامل کرے تو بھی جائز ہے اور باقی مقاموں پر بلا کسی صحیح عذر اور بغیر کسی مجبوری کے اہل بیت کا ذکر نہ کرنا درود شریف میں مکروہ اور کمی ثواب کا سبب ہے اور درود شریف کے الفاظ وہ پڑھنے زیادہ بہتر ہیں جو حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں۔

(۴۴) لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبُتْرَآءَ قَالُوْا وَمَاالصَّلٰوۃُ الْبُتْرَآءُ ؟ قَالَ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ تُمْسِکُوْا بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ (اخرجه ابن سعد فی شرف المصطفٰی)

فرمایا رسول مقبول ﷺ نے مجھ پر درود دُم بریدہ اور بے برکت مت پڑھو۔ صحابہؓ نے عرض کیا دُم بُریدہ اور بے برکت درود سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا یہ کہ تم کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر) اور رُک جاؤ (یعنی فقط مجھ پر درود بھیجو اور اہل بیت کو شامل نہ کرو، ایسا درود دُم بُریدہ اور بے برکت اور ناقص ہے، ایسا نہ کرو) بلکہ یوں کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ (اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر)۔

واضح ہو کہ اہل بیت میں اولادِ نبوی ﷺ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔

فائدہ جلیلہ : محدثین اور اکابر علماء کے کلام میں فقط درود شریف ذاتِ مقدس رسول مقبول ﷺ پر پایا جاتا ہے، بہت جگہ اہل بیت کا ذکر نہیں۔ معقول اور عمدہ وجہ یہ ہے کہ اُن حضرات کو کثرت سے تحریر درود اور قراءت درود کا کام پڑتا ہے جس میں طوالت کی وجہ سے طبیعت پریشان ہونے اور دینی کاروبار بیکار ہو جانے کا اندیشہ ہے اور عبادت خوشی اور دلچسپی سے اچھی ہوتی ہے اور شریعت میں نفاست دیکھی جاتی ہے محض کثرت تعداد معتبر نہیں ہے مگر یہ حکم ہر جگہ نہیں ہے بعض بعض جگہ ہے لیکن تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے وہ کراہیت جس کا بیان ہوا، جاتی رہتی ہے خوب سمجھ لو اور ایک جواب بغیر دلیل قوی بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض اہل حکومت مخالفین اہل بیت کے خوف سے اکابر علمائے اسلام نے تحریر لفظ اہل بیت درود میں چھوڑ دی تھی سو اُس کا ضعف ظاہر ہے اِس لیے کہ بلا عذر قومی اور بغیر نقل معتبر اکابر علماء کی پست ہمتی ثابت کرنا حسن ظن کے خلاف ہے۔ نیز یہ جواب ایک خاص صورت میں ہے۔ ہم بعض اکابر علماء کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایسے موقع پر جہاں اِس عذر کا احتمال بھی نہیں اختصار کرتے ہیں پس وہاں تو یہ جواب بالکل ہی باطل ہوگا، خوب سمجھ لو۔

(۴۵) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ......الآیة قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا (رواہ الطبرانی و احمد و ابن ابی حاتم والحاکم والواحدی)

سعید بن جبیرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ الخ تو صحابہؓ نے عرض کیا آپ کے اہل قرابت جن کی دوستی ہم پر واجب ہے کون ہیں؟ فرمایا علیؓ اور فاطمہؓ اور دونوں کے دونوں بیٹے (امام حسنینؓ)۔

اِس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ تاکیدًا مختلف روایات سے یہ حدیث یہاں نقل کی گئی ہے۔ (جاری ہے)

# ایک زائرِ حرم کی التجا

﴿ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن عطاؔ مفتاحی، بھاگلپور، انڈیا ﴾

کس منہ سے کروں شکر ادا میرے خدایا
مجھ جیسے گنہگار کو بھی تو نے بلایا

بخشش نے تری بڑھ کے گلے مجھ کو لگایا
ڈوبا ہوا دلدل میں گناہوں کے جو پایا

میں بندۂ ناپاک خدایا ترا گھر پاک
بس پاک بنا دے مجھے جب دَر پہ بلایا

میں ذرۂ ناچیز فر و مایۂ و ناداں
تو قادر و مختار و خطابخش خدایا

بے مانگے مجھے تو نے عطا کی ہے یہ دولت
میرا کہاں یہ منہ کہ حرم دیکھوں خدایا

میں ایسا گنہگار کہ بس عیب سراپا
تو ایسا خطاپوش کہ ہر عیب چھپایا

میں نے تو شب و روز معاصی میں گزارے
تو ڈالے رہا مجھ پہ عنایات کا سایا

جاؤں تو میں کس منہ سے ترے دَر پہ الٰہی
افسوس کہ میں نے تو فقط شر ہی کمایا

بدکاری و نالائقی پہچان مری ہے
پونجی ہے یہی میری یہی میرا ہے مایا

تو نے تو محبت سے بلایا مرے مولیٰ
میں نے ہی گناہوں کو فقط دوست بنایا
لیکن مرے مولیٰ تو خداوندِ کرم ہے
اُس کو بھی دیا تو نے، تجھے جس نے بھلایا
تو نے جو عنایت کی نظر اپنی اُٹھائی
شیطانِ صفت جو تھا ولی اُس کو بنایا
بادل جو ذرا اُٹھا ترے لطف و کرم کا
بندوں کے گناہوں کے پہاڑوں کو بہایا
بس ایک نظر ایسی ہی آقا مری جانب
میرے بھی ہر اِک جرم کا جو کر دے صفایا
نا اہل ہوں لائق تو نہیں فضل و کرم کے
پابندِ سبب تو بھی نہیں میرے خدایا
نااہل کو تو چاہے اگر اہل بنا دے
مفلس کو غنی کرتی ہے تیری ہی عطایا
بخشش کو تری میرے گناہ ڈھونڈ رہے ہیں
دِکھلا دے ذرا ایک جھلک اُس کی خدایا
جب دَر پہ بلایا ہے تو اپنا ہی بنا لے
پڑنے نہ دے اَب مجھ پہ کسی جرم کا سایا
اللہ مری حاضری مقبول بھی کر دے
جب تو نے کرم کر کے مجھے دَر پہ بلایا
مایوس نہیں ہے تری رحمت سے عطؔا بھی
جیسا بھی ہے بندہ تو ہے تیرا ہی خدایا

# کرسی پر بیٹھا ہوا معذور شخص نماز میں سجدہ کے لیے کیا کرے؟

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید ﴾

جو شخص کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ زمین یا تخت پر دوزَانو ہو کر بیٹھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا سر اور کمر کو جھکا کر رکوع کرے اور عام طریقے سے زمین یا تخت پر سجدہ کرے۔ اگر زمین پر سجدہ نہ کر سکے اور زمین پر رکھی ہوئی نواِنچ اُونچی تپائی پر سجدہ کر سکے تو اُس پر سجدہ کرے۔

جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا وہ کھڑے ہو کر بھی اور زمین پر بیٹھ کر بھی اور کرسی پر بیٹھ کر بھی اشارہ سے رکوع و سجود کر سکتا ہے لیکن اُس کے لیے زمین یا تخت پر بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے اپنے سامنے لگے ہوئے ڈیسک پر یا سامنے رکھی ہوئی میز پر سجدہ کرتے ہیں۔ یہ سجدہ کرنا صحیح نہیں اور یہ سجدہ نہیں اشارہ سمجھا جائے گا، اس لیے اگرچہ نماز ہو جائے گی لیکن طریقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے۔

بعض حضرات کرسی پر بیٹھ کر سامنے کے ڈیسک یا میز پر سجدہ کرنے کے ضروری ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، ہمیں اُن سے اتفاق نہیں۔ اس لیے اہلِ علم حضرات کے غور و فکر کے لیے مندرجہ ذیل مضمون پیش خدمت ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

**بسم اللہ حامدا و مصلیا !**

اِس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے پہلے اِس بات کو معلوم کرنا ہوگا کہ اصطلاحِ نماز میں قعود کس کو کہتے ہیں؟

قیام، رکوع، قعود اور اقرب الی القعود باہم متغایر ہیئتیں ہیں :

وَاِنَّمَا قُلْنَا اِنَّهُمَا (اَیِ الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ) مُتَغَایِرَانِ بِدَلِیْلِ الْحُکْمِ وَالْحَقِیْقَةِ. اَمَّاالْحَقِیْقَةُ فَلِاَنَّ الْقِیَامَ اِسْمٌ لِمَعْنَیَیْنِ وَهُمَاالْاِنْتِصَابَانِ فِی النِّصْفِ الْاَعْلٰی وَالنِّصْفِ الْاَسْفَلِ. فَلَوْ تَبَدَّلَ الْاِنْتِصَابُ فِی النِّصْفِ الْاَعْلٰی بِمَا یُضَادُّهٗ وَهُوَالْاِنْحِنَآءُ سُمِّیَ رُکُوْعًا لِوُجُوْدِ الْاِنْحِنَآءِ لِاَنَّهٗ فِی اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِنْحِنَآءِ مِنْ غَیْرِ اِعْتِبَارِ النِّصْفِ الْاَسْفَلِ لِاَنَّ ذٰلِكَ وَقَعَ وِفَاقًا فَاَمَّا هُوَ فِی اللُّغَةِ فَاسْمٌ لِّشَیْءٍ وَّاحِدٍ فَحَسْبُ وَهُوَ الْاِنْحِنَآءُ .

وَلَوْتَبَدَّلَ الْاِنْتِصَابُ فِی النِّصْفِ الْاَسْفَلِ بِمَا یُضَادُّهٗ وَهُوَ انْضِمَامُ الرِّجْلَیْنِ وَاِلْصَاقُ الْاِلْیَةِ بِالْاَرْضِ یُسَمّٰی قُعُوْدًا فَکَانَ الْقُعُوْدُ اِسْمًا لِمَعْنَیَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ فِیْ مَحَلَّیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ وَهُمَا الْاِنْتِصَابُ فِی النِّصْفِ الْاَعْلٰی وَالْاِنْضِمَامُ وَالْاِسْتِقْرَارُ عَلَی الْاَرْضِ فِی النِّصْفِ الْاَسْفَلِ فَکَانَ الْقُعُوْدُ مُضَادًا لِّلْقِیَامِ فِیْ اَحَدِ مَعْنَیَیْهِ وَکَذَا الرُّکُوْعُ وَالرُّکُوْعُ مَعَ الْقُعُوْدِ یُضَادُ کُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِلْاٰخَرِ بِمَعْنًی وَاحِدٍ وَهُوَ صِفَةُ النِّصْفِ الْاَعْلٰی. وَاِسْمٌ لِّمَعْنَیَیْنِ یَفُوْتُ بِالْکُلِّیَّةِ بِوُجُوْدِ مُضَادِّ اَحَدِ مَعْنَیَیْهِ کَالْبُلُوْغِ وَالْیُتْمِ فَیَفُوْتُ الْقِیَامُ بِوُجُوْدِ الْقُعُوْدِ اَوِ الرُّکُوْعِ بِالْکُلِّیَّةِ وَلِهٰذَا لَوْ قَالَ قَائِلٌ مَّاقُمْتُ بَلْ قَعَدْتُّ وَمَا اَدْرَکْتُ الْقِیَامَ بَلْ اَدْرَکْتُ الرُّکُوْعَ لَمْ یُعَدَّ مُنَاقِضًا فِیْ کَلَامِهٖ . (بدائع الصنائع ج ا ص ۱۴۲)

اِس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے قیام اور قعود کے درمیان بھی تغایر ہے اور قیام اور رکوع کے درمیان بھی مغایرت ہے۔ قیام میں جسم کا نصفِ اعلٰی اور نصفِ اسفل دونوں ہی سیدھے اور کھڑے ہوتے ہیں جبکہ قعود میں یہ چار چیزیں ہوتی ہیں یعنی اِلْصَاقُ اِلْیَةٍ بِالْاَرْضِ، اِنْضِمَامُ رِجْلَیْنِ، اِسْتِقْرَارٌ عَلَی الْاَرْضِ اور جسم کے نصفِ اعلٰی کا سیدھا کھڑا ہونا اور رکوع میں نصفِ اسفل تو سیدھا ہوتا ہے لیکن نصفِ اعلیٰ جھکا ہوا ہوتا ہے۔ غرض نماز کی یہ تین ہیئتیں یعنی قیام، قعود اور رکوع آپس میں متغایر ہیں۔

قعود میں اِلْصَاقُ اِلْيَةٍ بِالْاَرْضِ میں حدیث کی رُو سے ''تَوَرُّك'' اور ''تَرَبُّع'' بھی شامل ہیں جن میں ''اِلْصَاقْ'' زمین کے ساتھ ہوتا ہے اور مسنون نشست بھی شامل ہے جس میں ''اِلْيَتَيْن'' ایک پاؤں پر ہوتے ہیں اور ''اِقْعَاءْ'' بھی ہے جس میں دونوں پاؤں کھڑے کر کے آدمی ایڑیوں پر بیٹھتا ہے۔

اِن تین کے علاوہ نماز کی دو ہیئتیں اور ہیں۔ایک اَقْرَبُ اِلَى الْقِيَامِ کی اور دوسری اَقْرَبُ اِلَى الْقُعُوْدِ کی۔اَقْرَبُ اِلَى الْقِيَامِ کی ہیئت اُس وقت ہوتی ہے جب اِسْتَوَى النِّصْفُ الْاَسْفَلُ وَظَهَرَ بَعْدَ مُنْحَنٍ اور اَقْرَبُ اِلَى الْقُعُوْدِ کی ہیئت اُس وقت ہوتی ہے جب لَمْ يَسْتَوِ النِّصْفُ الْاَسْفَلُ .

غرض جب تک ٹانگیں بالکل سیدھی نہ ہوں اور گھٹنے بالکل نہ کھل جائیں اقرب الی القعود کی ہیئت ہے اور اِس ہیئت کا قعود کی ہیئت سے تغایر بالکل بدیہی ہے۔لیکن اِس ہیئت میں نہ الصاق الية بِالْاَرْضِ ہے نہ استقرار علی الارض ہے اور نہ ہی انضمام رجلین کی وہ کیفیت ہے جو قعود میں ہوتی ہے۔

علامہ سعدی چلپی رحمہ اللہ فتح القدیر پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

'' يُمْكِنُ اَنْ يُّفَرَّقَ بَيْنَهُمَا بِاَنَّ الْقُرْبَ مِنَ الْقُعُوْدِ وَاِنْ جَازَ اَنْ يُّعْطٰى لَهٗ حُكْمُ الْقَاعِدِ اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ بِقَاعِدٍ حَقِيْقَةً فَاعْتُبِرَ جَانِبُ الْحَقِيْقَةِ فِيْمَا اِذَا سَهَا عَنِ الثَّانِيَةِ . ( فتح القدیر باب سجود السهو)

## کرسی پر بیٹھنے کی ہیئت اَقرب الی القعود کی ہے قعود کی نہیں :

یہ جاننے کے بعد کہ قیام، رکوع، قعود اور اقرب الی القعودِ کی ہیئتیں ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔اَب یہ سمجھئے کہ کرسی پر یا کسی پائپ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنے کی ہیئت اَقْرَبُ اِلَى الْقُعُوْدِ کی ہیئت ہے کیونکہ اِس پر قعود کی تعریف صادق نہیں آتی اور کرسی اور پائپ درحقیقت اَقْرَبُ اِلَى الْقُعُوْدِ کی اُس ہیئت کی بقاء کے لیے سہارا ہے۔سہارے کے لگنے سے ہیئت کی حقیقت بدل نہیں گئی کہ اَقْرَبُ اِلَى الْقُعُوْدِ بدل کر قعود بن گیا ہو۔

تنبیہ :

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قعود میں اصل دارومدار اِلْصَاقُ اِلْيَةٍ یعنی سرین کا نشست گاہ سے

اتصال پر ہے۔ پھر خواہ تخت و زمین پر بیٹھے ہوں یا کرسی پر یا کسی پتلے پائپ پر بیٹھے ہوں اور اگر زمین پر بیٹھے ہوں تو خواہ ٹانگیں جوڑ کر بیٹھے ہوں یا ٹانگیں پھیلا کر سب کی سب قعود کی ہیئت میں شامل ہیں۔

اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اُوپر قعود کی حقیقت ذکر کی ہے۔ اور اِس وجہ سے کہ کوئی زمین پر بیٹھ کر اپنی ٹانگیں پھیلا لے تب بھی اُس کو قعود کہتے ہیں۔ اگر اِنْضِمَامِ رِجْلَیْنِ کو حقیقت میں شامل نہ بھی کریں تب بھی اِلْصَاقُ اِلْیَۃٍ بِالْاَرْضِ اور اِسْتِقْرَارٌ عَلَی الْاَرْضِ تو اِس کی حقیقت میں شامل ہیں۔

اِس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہی سطح پر خواہ وہ سطح زمین کی ہو یا تخت کی ہو یا چبوترے کی ہو اِلْصَاقُ اِلْیَۃٍ بھی ہو اور استقرار بھی ہو اور چونکہ استقرار کے لیے ٹانگوں اور قدمین کے زور اور جماؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اِسی سطح پر ٹانگوں اور قدمین کا زور اور جماؤ بھی ہو ورنہ سطح زمین کے ساتھ اِلْصَاقُ اِلْیَۃٍ ہو لیکن کمر اور ٹانگیں اُٹھی ہوئی ہوں تو اِس کے باوجود کہ اِلْصَاقُ اِلْیَۃٍ بِالْاَرْضِ بھی ہے اور نصف اعلیٰ کا انتصاب بھی ہے اِس کو قعود نہیں کہا جاتا نہ عرفًا اور نہ شرعًا۔

اگر یہ کہا جائے کہ کرسی بھی سہارا ہے اور اِس کے واسطے سے آدمی کا زمین پر ہی استقرار ہوتا ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم اُوپر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قعود کی مذکور حقیقت کی روشنی میں وہ استقرار مراد ہے جس میں اِلْصَاقُ اِلْیَۃٍ اور قدمین کا اِتصال ایک سطح کے ساتھ ہو۔ علاوہ ازیں شرع میں اِس کی نظیر بھی موجود ہے اور وہ ہے رَاکِبٌ عَلَی الدَّابَّۃِ کی۔ کہ وہ کرسی پر بیٹھنے کی مثل دابہ پر بیٹھا ہوتا ہے لیکن دابہ کے واسطے کے باوجود اِس کو اصطلاحِ نماز میں قاعد شمار نہیں کیا جاتا اور قاعد سے اس کے احکام جدا ہیں کہ اِس کے لیے رکوع اور سجود میں اشارہ متعین ہے۔

## کرسی پر بیٹھا ہوا شخص رکوع وسجود میں اِشارہ کرے میز پر اُس کے لیے سجدہ نہیں ہے :

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کرسی پر بیٹھنے کی ہیئت قعود کی نہیں اَقْرَبُ اِلَی الْقُعُوْدِ کی ہے تو اَب یہ سمجھئے کہ اَقْرَبُ اِلَی الْقُعُوْدِ کی ہیئت میں رکوع وسجود کے لیے اِشارہ کرنا متعین ہے۔ سامنے میز رکھ کر یا کرسی کے ساتھ لگی ہوئی میز پر سجدہ کرنا صحیح نہیں۔ اگر سجدہ کیا تو وہ سجدہ نہیں ہوگا بلکہ اِشارہ ہی شمار ہوگا۔ لہٰذا کرسی پر بیٹھا ہوا شخص صرف اِشارہ سے نماز پڑھے۔ ہماری اس بات کی تائید مندرجہ ذیل حوالوں سے

ہوتی ہے :

1- وَاِنْ کَانَ مَوْضَعُ السُّجُوْدِ اَرْفَعُ مِنْ مَّوْضَعِ الْقَدَمَیْنِ بِقَدْرِ لَبِنَۃٍ اَوْ لَبِنَتَیْنِ مَنْصُوْبَتَیْنِ جَازَ وَاِنْ زَادَ لَمْ یَجُزْ . (عالمگیری ص ۷۰ ج۱)

اِس جزئیہ میں اگر موضع قدمین سے حقیقی معنی مراد لیں تو کرسی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنے والے معذور کے لیے سجدہ کرنا متعذر اور تقریباً ناممکن ہے اور اگر مجازی معنی یعنی کرسی کی نشست گاہ مراد ہو تو اِس کے لیے دلیل چاہیے جو موجود نہیں۔

2- وَلَوْ صَلّٰی عَلَی الدُّکَانِ وَاَدْلٰی رِجْلَیْہِ عَنِ الدُّکَانِ عِنْدَ السُّجُوْدِ لَایَجُوْزُ وَکَذَا عَلَی السَّرِیْرِ اِذَا اَدْلٰی رِجْلَیْہِ عَنْہُ لَایَجُوْزُ . (الجوھرۃ النیرۃ ص ۶۳ ج۱)

مطلب یہ ہے کہ چبوترے یا تخت پر نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جاتے ہوئے اگر آدمی اپنی ٹانگیں چبوترے یا تخت سے باہر لٹکا لے خواہ پیچھے کو یا آگے کو تو اُس کا سجدہ صحیح نہ ہوگا۔

3- مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''کرسی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنا اور ٹیبل پر سجدہ کے لیے سر جھکانا جائز نہیں''۔

(کفایت المفتی ص۴۲۲ ج۳)

4- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''بعض لوگوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ تشہد میں بیٹھنا ہی ضروری نہیں۔ بس (ریل میں سیٹ پر) پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور اطمینان سے دوسرے تختہ (یعنی سیٹ) پر ٹیک دیا اور اپنے نزدیک نماز ادا کر لی۔ ذرا مشقت بھی گوارا نہیں چاہیے، فرض سر سے اُترے یا نہ اُترے''۔ (وعظ شرائط الطاعۃ)

اِس سے معلوم ہوا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح سجدہ کرنے سے کوئی فرض رہ جاتا ہے جو یہی ہوسکتا ہے کہ نمازی کی ہیئت اَقْرَبُ اِلَی الْقُعُوْدِ کی ہے جس میں سجدہ نہیں سجدے کا اِشارہ کیا جاتا ہے۔ ۞ ۞ ۞

قسط : ۱

# یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان حسینی ندوی ﴾

## یہودیوں کا شیطانی مذہب اور مسخ شدہ طبعیت :

یہودیوں نے اپنی نام نہاد'' توراۃ '' کی مجرمانہ تعلیمات، مکروفریب، غداری اور خوں ریزی پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ اُن کے'' ربیوں، حاخاموں''، صوفیوں اور مولویوں نے توراۃ کی من مانی تفسیر کا طومار باندھ دیا۔ اُنہوں نے اپنے جرائم، بدکاریوں اور گناہ گاریوں کی سندیں''توراۃ'' سے پیش کرنے میں ذرا بھی جھجک اور شرم نہ محسوس کی۔ توراۃ کی یہ تفسیر سب سے پہلے'' حاخام'' یوحناس نے ۱۵۰ء میں''مشنا'' نامی کتاب میں جمع کی۔ پھر''مشنا'' کی شروح تیار ہونا شروع ہوگئیں فلسطین اور بابل میں بڑے بڑے یہودی مفتیوں اور عالموں نے''مشنا'' کی بہت سی شروحات لکھیں جن کے مجموعہ کو'' جامارہ'' کہا گیا۔

''مشنا'' اور'' جامارہ'' جو توراۃ کی شروح در شروح ہیں۔ تلمود کا ڈھانچہ تیار کرتی ہیں۔ تلمود کے معنی ''یہودی مذہب اور روایات کی تعلیم'' کے ہیں۔

یہ تمام شروح وحواشی دو بنیادی سرچشموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ''یروشلم کی تلمود'' جو ۲۳۰ء میں فلسطین میں موجود تھی۔ دوسری ''بابل کی تلمود'' جو ۵۰۰ء میں موجود تھی۔ [1]

اُنیسویں صدی میں جو تلمود شائع کی گئی، اُس میں متعدد مقامات پر بیاض چھوڑ دیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم پر سب وشتم اور طعن وتشنیع کے الفاظ وہاں سے حذف کر دیے گئے ہیں حالانکہ تلمود کے پچھلے سارے ایڈیشن عیسائیوں کی مذمت اور حضرت عیسیٰ اور مریم (علیہما السلام) پر سب وشتم سے بھرے پڑے ہیں۔ تلمود اِنہیں اور دیگر اقوام کو''گوییم'' (مشرک، جاہل اور غیر) کہتی ہے۔ تلمود کے تین ایڈیشن مشہور ہیں۔ امسٹرڈام کا ایڈیشن ۱۶۴۴ء ، براگ کا ایڈیشن ۱۸۳۹ء اور فارسوفیا کا ایڈیشن ۱۸۶۳ء۔

---

[1] دیکھئے : الکنز المرصود فی قواعد التلمود از ڈاکٹر یوسف نصر اللہ۔ معارف پریس مصر ۱۸۹۹ء یہ ڈاکٹر روہلنگ کی کتاب کا عربی ترجمہ ہے۔

''تلمود'' یہودیوں کے ہاں بڑی مقدس کتاب ہے۔ توراۃ سے بھی زیادہ اِس کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ اگر اِن کے ''حاخاموں'' (عالموں) کے ملفوظات کی کوئی بے حرمتی کرے تو وہ سزائے موت کا مستحق ہے بلکہ اُن کے ہاں یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی یہودی صرف توراۃ پر اکتفاء کرے۔ اسے تلمود کی روشنی میں ہی توراۃ کو سمجھنا ہے۔

''کرافٹ'' نامی یہودی کتاب میں جو ۱۵۹۰ء میں شائع ہوئی تھی، تحریر ہے :

''جاننا چاہیے کہ ''حاخاموں'' کے ملفوظات، انبیاء کے ملفوظات و اقوال سے زیادہ افضل ہیں''۔

ان کے ایک عالم کا کہنا ہے :

''حاخاموں کا خوف، اللہ کا خوف ہے۔''

ایک اور شارح کہتے ہیں :

''جو شخص ''مشنا'' اور ''جامارہ'' کے بغیر توراۃ پڑھے وہ ملحد ہے۔

تلمود کے صفحہ ۴۷ پر یہ الفاظ ہیں :

''حاخاموں کی تعلیمات میں ردّو بدل اور اُن کی خلاف ورزی ناممکن ہے خواہ اللہ کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اور یہودی عالموں کے درمیان ایک مسئلہ میں سخت اختلاف ہوا پھر ایک ''حاخام'' سے رجوع کیا گیا جس نے اللہ کی غلطی کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) فیصلہ (نقل کفر کفر نہ باشد) کیا''۔ [۲]

تو آیئے دیکھیں کہ ''حاخاموں'' کی آخر وہ کیا تعلیمات ہیں جو اِس قدر مقدس ہیں۔

## تعلیمات وہدایات تلمود :

۱۔ ''دن کے بارہ گھنٹے ہوتے ہیں۔ ابتدائی تین گھنٹوں میں اللہ شریعت کا مطالعہ کرتا ہے۔ دوسرے گھنٹوں میں حکمرانی کرتا ہے۔ تیسرے تین گھنٹوں میں عالَم کو کھلاتا پلاتا ہے اور آخری تین گھنٹوں میں مچھلیوں کے بادشاہ کے ساتھ کھیلتا ہے۔''

[۲] دیکھئے : الکنز المرصود فی قواعد التلمود از ڈاکٹر یوسف نصر اللہ۔ معارف پریس مصر ۱۸۹۹ء

''ہیکل سلیمانی کی ویرانی کے فیصلہ کی غلطی کو اللہ نے تسلیم کرلیا اور وہ رونے اور چلانے لگا اور کہنے لگا میری تباہی ہو کہ میں نے اپنے گھر کی ویرانی، ہیکل کو جلانے اور اپنی اولاد کے لُٹنے پٹنے کا اعلان کردیا''۔

یہودیوں کو اِس حرمانِ نصیبی کی حالت میں چھوڑنے پر اللہ پشیمان ہوتا ہے۔ وہ اپنے چہرہ کو زدوکوب کرتا ہے اور روزانہ روتا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے دو آنسو سمندر میں گرتے ہیں تو اِن کا شور دُنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سنا جاتا ہے اور طوفان آتا ہے اور زمین ہچکولے لیتی ہے اور زلزلے آجاتے ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۲۔ بعض شیطان آدم کی اولاد ہیں۔ آدم کا ایک شیطان خاتون ''لیلیت'' سے ۱۳۰ سال تعلق رہا۔ اِس سے بہت سے شیطان پیدا ہوئے۔ اس دوران حواء کا بھی شیطانوں سے تعلق رہا اور اُن کی اولاد بھی شیطان ہوئی۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

۳۔ یہودیوں کی رُوحیں تمام جانداروں کی رُوحوں سے ممتاز ہیں۔ وہ اللہ کا جزو ہیں جیسا کہ بیٹا، باپ کا جزو ہوتا ہے۔ دیگر انسانوں کی رُوحیں شیطانی ہیں اور حیوانوں کی رُوحوں سے مشابہ ہیں۔ (اس شیطنت سے اللہ کی پناہ)۔

۴۔ جنت صرف یہودیوں کا حق ہے۔ جہنم عیسائوں، مسلمانوں اور تمام منکروں کے لیے ہے۔ یہودیوں کے مسیح اُسی وقت آئیں گے جب شر پسندوں کی حکومت ختم ہوجائے گی۔ مسیح کی آمد پر زمین سے نعمتیں اُبلیں گی اور ہر یہودی کے دو ہزار آٹھ سو غلام ہوں گے۔

۵۔ ہر یہودی کو اِس کی کوشش کرنی چاہیے کہ دُنیا کی دیگر قوموں کی حکومت باقی نہ رہے تاکہ صرف یہودیوں کا غلبہ ہوا اور یہودیوں کے غلبہ واقتدار سے پہلے زبردست جنگ ہوگی جس میں دُنیا کی دو تہائی آبادی ہلاک ہوجائے گی۔ سات سال تک یہودی اُن ہتھیاروں کو جلاتے رہیں گے جو انہیں مالِ غنیمت میں ملے ہوں گے۔ اُس وقت یہودیوں کے دُشمنوں کے دانت بائیس گز نکلے ہوں گے۔

۶۔ عیسائی کو ہلاک کرنا ضروری ہے۔ عیسائی کے ساتھ عہد و پیان کی کوئی حیثیت نہیں یہ دینی فریضہ ہے کہ یہودی تین مرتبہ مذہب کے بڑوں اور دیگر تمام دُشمنوں پر لعنت بھیجے۔

عیسیٰ (نعوذ باللہ) جہنم کے سخت عذاب میں ہے۔ اُس کی ماں مریم ''باندار'' نامی فوجی سے ملوث

ہوئی (خدا اِن مجرموں کو غارت کرے) اور عیسیٰ پیدا ہوا۔ عیسائی کلیسا کوڑا گھر کی مانند ہیں اور اُن میں تقریر کرنے والے بھونکنے والے کُتے ہیں۔

۷۔ اسرائیلی خدا کے نزدیک فرشتوں سے افضل ہے۔ اگر کوئی غیر اسرائیلی کو مارتا ہے تو وہ خدا کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے اور مستحق سزائے موت ہے۔ اگر یہودی نہ ہوتے تو زمین میں برکت نہ ہوتی۔ یہودی اور دیگر لوگوں میں فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان اور حیوان میں۔ دوسرے لوگ کُتے ہیں۔ مقدس تہوار نہ کتوں کے لیے ہیں نہ غیروں کے لیے۔ غیروں کو کھلانے سے کتوں کو کھلانا افضل ہے۔ جو یہودی نہیں وہ گدھا ہے۔ تمام اقوام جانوروں کے باڑوں کی طرح ہیں۔ یہودی مذہب سے نکلنے والا نجس خنزیر ہے۔ اُس کو اللہ نے انسانی شکل میں یہودیوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عیسیٰ نے یہودی مذہب سے اِرتداد اختیار کیا اور بت پرستی کی اور جو عیسائی، یہودی نہ بنے وہ بُت پرست اور دُشمن خدا ہے۔

یہ اِنصاف نہیں ہے کہ انسان اپنے دُشمنوں پر رحم کرے۔ یہودی کو حق ہے کہ کافروں کو دھوکہ دے۔ اِسے کافر کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں بر سبیل مذاق واستہزاء سلام کر سکتا ہے۔

۸۔ دُنیا یہودیوں کی مِلک ہے۔ انہیں ہر چیز پر تسلط کا حق حاصل ہے۔ غیر یہودی کی چوری جائز ہے۔ جب دوسروں کی زندگی یہودیوں کی ملکیت ہے تو مال کیوں نہ ہوگا؟

۹۔ غیر یہودی نیک آدمی کو بھی مار دینا چاہیے۔ کسی دوسرے کی مدد کرنا اور اُسے بچانا جائز نہیں ہے۔ کافر کو مار کر یہودی کو خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہیے۔ عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب ہے، اگر انہیں قتل نہ کر سکے تو کسی نہ کسی طرح اُن کے قتل کی ترکیب کرے۔ یہودیوں کو غیر یہودی عورتوں کی آبرو لوٹنے کی اجازت ہے۔ دوسرے مذہب کی عورتیں مثل جانور کے ہیں۔ یہودی کو کسی سے بھی اپنی شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اس کی بیوی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

۱۰۔ یہودی کو دوسروں کے ساتھ معاملات میں جھوٹ بولنے، دھوکہ دینے کی اجازت ہے۔

۱۱۔ ہم خدا کے منتخب کردہ ہیں۔ دُنیا کی قومیں ہماری خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ (جاری ہے)

# ایک رُوسی خاتون کے قبولِ اسلام کی عبرت ناک داستان

﴿ تحریر : زکی الطریفی، ترجمانی : محمد عفان صاحب منصور پوری ﴾

ایک رُوسی تاجر الیکٹرانک سامانوں کی تجارت کے عنوان سے رُوس کی غریب نوجوان لڑکیوں کو ایک عرب ملک میں لایا کرتا تھا اور یہاں آکر انہیں بدکاری کے مذموم پیشہ میں لگانے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ چند لڑکیوں کو لے کر آیا اور اُن کے سامنے اپنا منصوبہ پیش کیا تو اُن میں سے ایک باغیرت لڑکی نے اِس پیشکش کو سختی سے ٹھکرادیا۔ اس بدفطرت تاجر نے لڑکی کے تیور دیکھ کر اُسے ڈرایا دھمکایا اور یہ کہا کہ اگر تو اِس بدعملی پر راضی نہیں ہوتی تو میں اِس اجنبی ملک میں تجھے اکیلا چھوڑ دوں گا اور تو گم ہوکر رہ جائے گی۔ لڑکی نے تاجر کے ناپاک اِرادوں کو بھانپ لیا اور یہ دھمکی سنتے ہی بڑی برق رفتاری کے ساتھ اُس نے کسی طرح تاجر کے ہاتھ سے اپنا پاسپورٹ چھینا اور دوڑتی ہوئی شاہراہ عام پر آگئی۔ اُس کے پاس سوائے ان کپڑوں کے جس سے اُس نے اپنا جسم چھپا رکھا تھا کچھ نہیں تھا۔ اسے اپنے ضائع ہونے کا احساس ستا رہا تھا اور وہ فیصلہ نہیں کرپارہی تھی کہ کہاں جائے؟

(اس کے فلسطینی شوہر نے ہمیں اگلا قصہ اس طرح بتایا) : میں اپنی والدہ اور دو بہنوں کے ساتھ اسی راستہ کے قریب سے گزر رہا تھا جہاں وہ لڑکی حیران و پریشان کھڑی تھی۔ وہ ہمیں دیکھ کر تیزی سے ہماری طرف لپکی اور جب اُس نے یہ جان لیا کہ ہم انگریزی میں گفتگو سمجھ سکتے ہیں تو اُس کی باچھیں کھل گئیں اور اُس نے اپنے اُوپر گذری ہوئی داستان سناڈالی۔ اُس کی مظلومیت کی داستان سن کر ہم نے اسے پناہ دینے کا اِرادہ کرلیا۔ میں نے اس کے گھر والوں سے رابطہ کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ میری بہنوں نے اُس کے ساتھ ایسا اچھا معاملہ کیا گویا کہ وہ اِن کی تیسری بہن ہے۔ ہم نے اُس کے سامنے مذہبِ اسلام کا تعارف اور اس کی خوبیاں بیان کرنی شروع کیں۔ لیکن وہ سختی سے تردید کرتی رہی۔ اِسی دوران ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ایسے متعصب قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے کہ جو اسلام اور مسلمانوں کو بہت ناپسند تصور کرتا ہے۔ میں نے اِس سلسلہ میں اپنی بہن کی بھرپور مدد کی۔ بعض مباحثوں میں شریک بھی ہوا۔ پھر ایک دن اُس کے لیے اسلام کے

تعارف کے سلسلہ میں انگریزی زبان میں لکھا رسالہ لے کر آیا۔

اسلامی کتب خانہ کے ذمّہ دار جو اِس قصہ کے گواہ ہیں، کہتے ہیں :

دوسری مرتبہ جب یہ آدمی میرے کتب خانہ میں آیا تو اُس کے ساتھ چار عورتیں تھیں۔ تین تو اُن میں برقع پوش تھیں لیکن ایک برقع میں نہیں تھی اور اُس کا سر بھی کھلا ہوا تھا۔ میں اُس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کوئی رُوسی عورت ہے۔ اُس عورت نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے اُس سے کہا کہ وہ بعض دینی کتابوں کا پہلے اچھی طرح مطالعہ کرلے اِس لیے کہ یہاں کے ذمّہ داران اسلام میں داخل ہونے سے پہلے پوچھ گچھ کرتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ میں نے اُسے دیا اُس نے پڑھا۔ پھر وہ اس آدمی کے ساتھ آئی اور امتحان میں کامیاب ہوگئی۔ جب وہ اپنے اسلام کا اعلان کرچکی تو میں نے اس آدمی کو چند عورتوں کا حوالہ دیا کہ اُن میں سے کسی ایک سے اس لڑکی کو قرآن کریم پڑھوادیا جائے۔

کچھ دِنوں کے بعد وہ آدمی مجھ سے ملاقات کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ آیا (اَب وہ رُوسی دوشیزہ اِس کی شریک حیات بن چکی تھی) وہ بہت خوش تھا اور اس بات پر باری تعالیٰ کا شکرگزار اور رَطب اللسان تھا کہ ہر چیز اس کے اِرادہ سے بہتر میسر ہوئی۔ اس مرتبہ اُس عورت کو دیکھ کر جس چیز نے مجھے حیران کردیا وہ یہ تھی کہ اِس بار وہ مکمل طور پر برقع میں چھپی ہوئی تھی۔ اپنی ساس اور نندوں سے بھی زیادہ۔ اس کے جسم کا کوئی عضو ظاہر نہیں ہورہا تھا۔ اُس کے شوہر نے اِس کے برقع اَوڑھنے کی تفصیل مجھے یوں بتائی : شادی کے بعد ہم دونوں بعض ضروری چیزوں کو خریدنے کے لیے بازار گئے۔ وہاں میری بیوی کی نظر ایک ایسی برقع پوش پر پڑی جس کے جسم کا کوئی عضو ظاہر نہیں ہورہا تھا۔ اُس نے مجھ سے اَز راہِ تعجب اُس عورت کا سراپا دیکھ کر سوال کیا، یہ اس طرح کیوں اپنے جسم کو چھپائے ہوئے ہے؟ کیا اِس میں کوئی عیب ہے؟ میں نے اِسے بتایا کہ یہ عورت اپنے اس عمل سے اللہ رب العزت کی مکمل خوشنودی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اُس وقت میری بیوی نے مجھے بتایا کہ میں جب بھی کسی بازار میں داخل ہوتی ہوں تو لوگ اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھتے ہیں کہ ڈر محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کے بعد اُس نے کہا : اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا چہرہ فتنوں کو وجود بخشتا ہے اس لیے اِس کو ڈھانکنا ضروری ہے۔ صرف میرا شوہر میرا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ اب میں اس بازار سے بغیر برقع لیے نہیں جاؤں گی۔ اِس کے بعد اُس کے شوہر نے کہا کہ اب تو تیرے لیے برقع خریدنا ضروری ہے۔

چنانچہ برقع خریدا گیا اور اس نے فوراً پہن لیا۔

مکتبہ اسلامی کے ذمّہ دار قصہ کو پورا کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں : چند مہینہ گزرنے کے بعد ہم نے اِن دونوں کو نہ پایا۔ لوگ ایک دوسرے سے اُس فلسطینی اور اُس کی بیوی کے بارے میں پوچھنے لگے کہ بھائی اُن دونوں کا کیا ہوا؟ کہاں وہ چلے گئے؟ اُن کے بارے میں کچھ معلومات نہ ہوسکیں۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ آدمی دکھائی دیا چھ یا سات مہینہ کے بعد اور اُس نے اپنی داستان یوں سنائی : میری بیوی کے پاسپورٹ کی مدت ختم ہوگئی تھی اِس کے لیے ضروری تھا کہ جہاں سے پاسپورٹ بنا ہے وہیں سے تجدید کروائی جائے۔ اس نے باپردہ سفر کا اِرادہ کیا۔ میں نے اُسے ڈرایا بھی کہ اِس طرح برقع پہن کر سفر کرنے میں بڑی مشکلات اور دُشواریاں برداشت کرنی پڑیں گی۔ اُس نے شدت کے ساتھ اِس تجویز کو مسترد کردیا اور جہنم کے ایندھن بننے والے گنہگار کافروں کے سامنے سر جھکانے کو راضی نہ ہوئی۔ وہ تو صرف اللہ کے لیے سر جھکا سکتی تھی۔

جب ہم ہوائی جہاز میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ہمیں گھور گھور کر دیکھا۔ پھر ایئر ہوسٹس نے کھانا اور اس کے ساتھ شراب تقسیم کی جس کا مسافرین پر فوری اثر ہوا۔ وہ لوگ ہمارا مذاق اُڑانے لگے۔ زور زور سے ٹھٹھے لگانے لگے۔ لیکن میری بیوی اُن کی پرواہ کیے بغیر زیرِ لب مسکراتی رہی۔ بلکہ وہ تو اِن کی باتوں کا ترجمہ کرکے مجھے بتارہی تھی۔ میرے دل میں تو تیر چبھ رہے تھے لیکن اُس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ: ''یہ طعنے جو ہم سن رہے ہیں اِن مشقتوں کے سامنے جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُٹھائی ہیں کوئی حیثیت نہیں رکھتے''۔

ہوائی جہاز ہمیں لے کر اُس شہر میں اُتر گیا جہاں ہمیں جانا تھا۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ہم سیدھے بیوی کے گھر جائیں گے اور جب تک کام نہ ہوجائے وہیں ٹھہریں گے۔ لیکن میری بیوی کے سوچنے کا انداز دوسرا تھا۔ اُس نے کہا کہ: ''میرا خاندان انتہائی متعصب ہے۔ میں ابھی ان کے پاس نہیں جانا چاہتی ہوں۔ پہلے ہم ایک کمرہ کرایہ پر لے کر اُس میں رہیں گے پھر نیا پاسپورٹ لینے کی کارروائی پوری کریں گے پھر اپنے گھر والوں سے ملاقات کے لیے جائیں گے، یہ ہمارا پروگرام ہے۔ اگلے دن ہم پاسپورٹ آفس آگئے۔ ذمّہ دار آفیسر نے ہم سے پرانا پاسپورٹ اور فوٹو مانگا۔ میری بیوی نے اُسے سادہ فوٹو دیا جس میں صرف اُس

کا چہرہ ظاہر ہو رہا تھا اور بقیہ اعضاء چھپے ہوئے تھے۔ آفیسر نے دوسرا فوٹو مانگا جس میں اس کا چہرہ، گردن اور بال وغیرہ دکھائی دے رہے ہوں۔ میری بیوی نے اُس کی بات نہیں مانی اِس طرح ہمیں ایک آفیسر دوسرے کے پاس بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم چیف آفیسر کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ ایک عورت تھی جو ہم سے بڑی بدخلقی کے ساتھ پیش آئی، اُس نے کہا: ''تمہاری اِس مشکل کو ماسکو دفتر میں بیٹھے ہوئے سکریٹری جنرل کے علاوہ کوئی نہیں حل کرسکتا۔'' میری بیوی نے فوراً میری طرف متوجہ ہوکر کہا: ''چلیے ہم ماسکو چلتے ہیں''۔ میں نے اُسے مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ تمہاری تصویر چند ملازمین ہی تو دیکھیں گے اِس لیے تمہارا یہ کام مجھے زائد اَز ضرورت لگ رہا ہے اور پھر تمہارے اِس پاسپورٹ کو اگلی مدت سے پہلے کون دیکھے گا؟ اُس نے مجھے جواب دیا ''یہ بات محال اور ناممکن ہے کہ میں فوٹو میں اپنے سر کو کھلا رکھوں جب کہ میں اللہ کے دین کے بارے میں جانتی ہوں۔ اور اگر آپ میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے تو میں تنہا چلی جاؤں گی تاکہ اپنی وسعت کے بقدر قانونِ اسلامی ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے دائرہ میں رہ کر کام کرسکوں''۔

ہم ماسکو چلے گئے۔ وہاں بھی ہمارے ساتھ وہی چیز پیش آئی جو اَب تک پیش آرہی تھی۔ یہاں کا بھی ذمہ دار بہت بُرا آدمی تھا۔ اُس نے میری بیوی سے پوچھا کہ: ''میرے سامنے کون اِس بات کو ثابت کر سکتا ہے کہ یہ تمہاری تصویر ہے''؟ اُس نے بھی یہی کہا کہ وہ اُس کے سامنے اپنا چہرہ اور سر کھولے۔ لیکن میری بیوی نے اِصرار کیا کہ وہ یہ کام کسی عورت ملازمہ کے سامنے کرسکتی ہے۔ یہ سن کر اُس کا غصہ بھڑک گیا۔ اُس نے پاسپورٹ اور تصویر کو اپنی دراز میں بند کرلیا اور کہا کہ جب تک تم ہماری مطلوبہ تصویر نہیں پیش کردیتی نہ ہم تمہارا پرانا پاسپورٹ واپس کریں گے اور نہ نیا جاری کریں گے۔ میں نے پھر بیوی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ طاقت کے بقدر ہی انسان کو مکلف بناتے ہیں۔ اُس نے مجھے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشادِ گرامی ہے :

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۝ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا. ( سُورہ طلاق ۲.۳)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادیتے ہیں اور اُسے ایسی جگہ

سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اُسے خیال بھی نہ ہو۔ اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام یقیناً پورا کر لیتا ہے۔ اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ۔

افسر کھڑا ہوا اور ہمیں دفتر سے باہر نکال دیا۔ بیوی سے اِسی موضوع پر بات چیت چلتی رہی۔ ہم میں سے ہر ایک اپنا نقطہ نظر پیش کرتا اور دُوسرے کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ پھر ہم نے کچھ کھانا کھایا، پھر میں سونے کے اِرادہ سے لیٹ گیا۔ لیکن میری بیوی نے مجھے یہ کہتے ہوئے اُٹھا دیا کہ: ''اے میرے پیارے شوہر! ہم اِس وقت اِس حالت میں ہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف نماز اور دُعا کے ذریعہ متوجہ ہونا چاہیے۔ اِس لیے اُٹھ جاؤ''۔ میں اُٹھ گیا اور جتنا ہو سکا نماز پڑھی پھر لیٹ گیا۔ لیکن وہ اللہ کی بندی پوری رات عبادت میں مشغول رہی یہاں تک کہ مجھے فجر کی نماز پڑھنے کے لیے بیدار کیا۔

اِس کے بعد اُس نے پاسپورٹ آفس بات کی اور مجھ سے کہا: ''چلیے'' میں نے کہا: ''فوٹو کا کیا ہوگا''؟ اُس نے کہا چل کر دیکھتے ہیں اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو۔ ہم لوگ چلے گئے۔ ابھی ہم دفتر میں داخل ہی ہوئے تھے کہ ملازم نے ہمیں آواز دی اور میری بیوی کے بارے میں پوچھا کیا یہ فلانی نام کی عورت ہے؟ اُس نے ایجاب میں سر ہلایا۔ ملازم نے کہا ''لو یہ تمہارا پاسپورٹ ہے کل رات سے تیار رکھا ہے۔ پاسپورٹ مکمل تھا جیسا کہ وہ چاہتی تھی۔ ہم نے فیس دی اور پاسپورٹ وصول کر لیا۔ نکلتے ہوئے اُس نے مجھ سے کہا کیا میں آپ سے نہیں کہتی تھی کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اُس کے لیے راہ نکالتا ہے۔ ان الفاظ نے میرے دل میں گہرا اثر چھوڑا۔ میری زندگی میں اِس طرح کا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔

ملازم نے ہم سے یہ بھی کہا تھا کہ اِس شہر سے پاسپورٹ کی تصدیق کرانی ہوگی جو میری بیوی کی جائے پیدائش ہے۔ ہم نے گھر والوں سے ملاقات کے لیے یہ موقع غنیمت جانا۔ ہم نے وہاں پہنچ کر ایک کمرہ کرایہ پر لیا، پھر پاسپورٹ کی تصدیق کروائی پھر بیوی کے گھر والوں سے ملنے کے لیے گئے۔

جب بیوی کے بھائی نے دروازہ کھولا تو وہ اپنی بہن کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ لیکن ساتھ ساتھ اُس کو برقع میں ملبوس دیکھ کر متحیر بھی ہوا۔ میری بیوی ہنستی ہوئی اور اپنے بھائی سے معانقہ کرتی ہوئی داخل ہوئی۔ میں بھی اُس کے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہوگیا۔ پھر وہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کمرہ میں چلے گئے۔ گھر بالکل سادہ تھا اور فقر و فاقہ کے آثار نمایاں تھے۔

وہ لوگ سب دوسرے کمرہ میں رُوسی زبان میں بات چیت کر رہے تھے۔ جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ میری سمجھ سے باہر کی چیز تھی۔ لیکن مجھے یہ افسوس ہوا کہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ پھر میں نے اس کمرہ میں ایک زور دار چیخ سنی۔ یکا یک تین نوجوان اُن کے ساتھ ایک عمر رسیدہ آدمی مارنے کے لیے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ بجائے اس کے کہ داماد ہونے کی وجہ سے وہ میرا استقبال کرتے، انہوں نے اتنی پٹائی کی کہ میں یہ سوچنے لگا کہ شاید یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں اور میرے لیے کوئی راستہ نہیں تھا سوائے اِس کے کہ میں بھاگ جاؤں۔ میں نے دروازہ کھولا اور دوڑتا ہوا سڑک پر آ گیا۔ وہ لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ میں پیدل چلنے والے لوگوں میں رُل مل گیا اور اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ میں جہاں ٹھہرا ہوا تھا وہاں چلا گیا، یہ جگہ میری سسرال سے دُور نہیں تھی۔ میری پیشانی اور ناک پر پٹائی کے اثرات واضح تھے۔ منہ سے مستقل خون جاری تھا اور کپڑے پھٹ چکے تھے۔ میں نے دل دل میں سوچا: میں تو بچ گیا لیکن میری بیوی کا اَب کیا حال ہوگا؟ میں تو اب اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تو اسے بہت چاہتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ ختم ہوگئی ہو؟ ہوسکتا ہے مجھے چھوڑ دے؟ ہوسکتا ہے کہ اسلام سے مرتد ہو جائے؟ یقیناً شیطان اِس موقع پر بڑے وسوسے پیدا کر رہا ہوگا۔ افکار و خیالات میرے دماغ میں گردش کر رہے تھے یہاں تک کہ میں سمجھنے لگا کہ میری بیوی مجھ سے جدا ہوگئی۔

اب میں کیا کروں؟ کیا بیوی کے گھر جاؤں؟ لیکن یہ تو محال ہے۔ اس لیے کہ اِن ممالک میں انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ کسی کرائے کے آدمی کو دس ڈالر دے کر مجھے قتل کروا دیں۔ اس لیے کمرہ میں رہنا ہی ضروری ہے۔ پوری رات میں اِسی طرح کے افکار و پریشان خیالات میں ڈوبا رہا۔ صبح کو میں نے کپڑے بدلے اور کمرہ سے باہر نکلا تاکہ بیوی کے کچھ حال و احوال معلوم ہوسکیں۔ دُور سے کھڑا ہو کر اس کے گھر کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد گھر سے وہی چار آدمی نکلے۔ تین نوجوان اور ایک عمر رسیدہ، جنہوں نے میری پٹائی کی تھی۔ دروازہ بند ہونے سے پہلے میں نے اپنی بیوی کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن اُس پر نظر نہ پڑسکی۔ کچھ دیر بعد یہ لوگ واپس آ گئے اور میں گھنٹوں سڑک پر بے فائدہ ٹہلتا رہا۔ تین دن تک میرا یہی کام تھا۔ اَب میری اُمید دم توڑ رہی تھی اور میں دِل دِل میں یہ سوچنے لگا کہ یا تو میری بیوی مجھے ناپسند سمجھنے لگی یا اُسے مار ڈالا گیا ہے۔ لیکن اُس کی موت پر یقین اِس وجہ سے نہیں ہو رہا تھا کہ اگر وہ مرجاتی تو اُس کے گھر میں خلاف معمول چیزیں دیکھنے کو ضرور ملتیں مثلاً تعزیت کرنے والے اعزہ و اقرباء کا آنا جانا اور دیگر

لوازمات۔ لیکن یہ سب کچھ نہیں تھا اِس لیے میں نے سمجھ لیا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔

چوتھے دن جب وہ چاروں آدمی اپنے کاموں پر نکل گئے تو گھر کا دروازہ کھلا اور میری بیوی اپنے دائیں بائیں کسی کی تلاش و جستجو کرتے ہوئے دکھائی دی۔ اُس کا چہرہ پوری طرح سرخ اور خون آلود تھا۔ جب میں اُس کے قریب گیا تو اُسے دیکھ کر میرے حواس باختہ ہوگئے۔ ایک پرانے معمولی کپڑے سے اُس نے اپنا جسم ڈھانپ رکھا تھا۔ ہاتھ اور پیر میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے بڑی ہمدردی کے ساتھ اور ترس کھاتے ہوئے اُسے دیکھا اور میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا، یہاں تک کہ میں رونے لگا۔ اُس نے مجھے سمجھایا اور کہا : ''میرے پیارے شوہر تین باتیں غور سے سنو!

(۱) میرے احوال دیکھ کر پریشان مت ہو! اس لیے کہ میں اَب تک اپنے اسلام پر باقی ہوں اور خدا کی قسم اِس وقت جو تکالیف میں جھیل رہی ہوں یہ اُن مشقتوں کے مقابلہ میں جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن سے پہلے ایمان والوں نے برداشت کی ہیں، بال کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ (۲) دُوسری بات یہ ہے کہ میرے اور میرے گھر والوں کے درمیان تم دخیل مت بنو۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ اپنی قیام گاہ پر میرا انتظار کرتے رہو۔ اگر اللہ نے چاہا تو میں وہیں تم سے ملوں گی۔ رحمتِ خداوندی کے طالب رہو اور جتنا ہوسکے رات کے اخیر حصہ میں جو قبولیت دُعا کا بہترین موقع ہے دُعا کرتے رہو''۔

میں اپنے کمرہ واپس آگیا۔ ایک دن گزرا، دوسرا دن گزرا، تیسرا دن گزرنے کے قریب تھا کہ کسی نے میرے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، میری بیوی نے پرسکون لہجے میں کہا کہ: ''میں ہوں، دروازہ کھولو''۔ میں نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو اُس نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً چلنا چاہیے۔ اُس نے اپنا برقع اَوڑھا جو احتیاطاً وہ اپنے تھیلہ میں رکھے رہتی تھی، پھر ہم باہر نکلے اور ایک ٹیکسی کو روکا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ ائیر پورٹ جانا ہے۔ رُوسی زبان کا یہ لفظ میں نے سیکھ لیا تھا۔ لیکن میری بیوی نے کہا ہم اِس شہر کے ائیر پورٹ پر نہیں جائیں گے، اس لیے کہ گھر والے ہمیں یہاں تلاش کرلیں گے لہٰذا ہمیں کئی شہر عبور کرکے دُور چلے جانا چاہیے۔ اس طرح ہم پانچ شہروں کو پار کرکے ایک ایسے شہر میں پہنچ جائیں گے جہاں ائیر پورٹ ہوگا۔ بہرحال ہم ائیر پورٹ پہنچے، ٹکٹ خریدے۔ لیکن معلوم ہوا کہ پرواز میں تاخیر ہے اِس لیے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا

تا کہ کچھ آرام کیا جا سکے۔

میں نے اپنی بیوی کے جسم میں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہی جو زخمی اور خون آلود نہ ہو، لیکن میں تلاش نہ کر سکا۔ پھر اُس نے اپنے اُوپر بیتی ہوئی داستان مجھے یوں سنائی: ''ابتداءً میرے والد اور تینوں بھائیوں نے لباس کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اسلامی لباس ہے، اس لیے کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر ہیں جن کے ساتھ میں آئی ہوں۔ شروع میں انہوں نے میری تصدیق نہیں کی۔ پھر میں نے تفصیل کے ساتھ اُن کو پورا واقعہ سنایا اور بتایا کہ کس طرح مجھے اُس تاجر نے رذیل ترین کام پر مجبور کرنا چاہا۔ میری باتیں سن کر اُن سب نے بیک زبان ہو کر کہا : ''اگر تو اپنی عزت کو نیلام کر دیتی تو یہ چیز ہمیں اسلام قبول کرنے کے مقابلہ میں قابلِ قبول ہوتی''۔ اب جان لے کہ تو اِس گھر سے یا تو اپنا مذہب قبول کر کے نکلے گی یا مر کے، دُوسرا کوئی راستہ نہیں۔ پھر وہ مجھے باندھنے لگے اور اِس حال میں انہوں نے مجھ پر کس طرح ظلم و زیادتی کی ،تم سن رہے تھے۔ پھر اِس کے بعد بھی وہ باری باری میرے پاس آتے اور کوڑے مارتے۔ یہاں تک کہ اُن کے سونے کا وقت ہو جاتا۔ صبح کے وقت جب وہ اپنے کاموں پر نکل جاتے اُسی وقت مجھے کچھ آرام کا احساس ہوتا۔ اُس وقت میرے ساتھ میری ماں اور پندرہ سالہ بہن ہوتی۔ میں اُس رات نہیں سو سکی۔ یہاں تک کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ پھر قریب تھا کہ میں ہوش میں آجاتی۔ دوبارہ انہوں نے مجھ پر کوڑے مارنے شروع کیے تا آنکہ میں پھر غیوبت میں چلی گئی۔ اِن حالات میں جب جب وہ مجھ سے مذہبِ اسلام کو ترک کرنے مطالبہ کرتے میں مسترد کر دیتی۔

پھر میری بہن میرے پاس آئی اور پوچھا کہ آپ نے ہمارے اور ہمارے آباء واَجداد کے مذہب کو کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے اُس کو اِس کا جواب دیا اور حتی المقدور اِس کی وضاحت کی۔ پھر جب اُس نے اسلام کو سمجھنا شروع کیا اور وہ تمام جھوٹی بنیادیں جس پر وہ ایمان رکھتی تھی، کھلنی شروع ہوگئیں تو اُس نے مجھ سے کہا : ''آپ ہی حق پر ہیں'' یہی وہ دین ہے جس کی اتباع مجھ پر بھی ضروری ہے۔ اُس نے مجھے اپنا تعاون دینے کی پیشکش کی۔ میں نے اُس سے مطالبہ کیا کہ وہ میری میرے شوہر سے ملاقات کرا دے۔ اُس نے میرے شوہر کو راستہ میں چلتے ہوئے دیکھا تھا اور مجھے خبر بھی کی تھی۔ اُس نے میری زنجیر کھول دی پھر دروازہ بھی کھول دیا تا کہ میں شوہر سے بات کر سکوں۔ اِس سے زیادہ مدد کرنے پر وہ قادر بھی نہ تھی۔ اس لیے

کہ میں تین زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ ایک زنجیر سے میرے ہاتھ، دوسری سے پیر اور تیسری سے مجھے ایک ستون سے باندھ رکھا تھا۔ میری بہن کے پاس تیسری زنجیر ہی کی کنجی تھی جس کو حاجتِ بشری کو پورا کرنے کے وقت وہ کھول دیتی تھی۔

تیسرے دن میری بہن بھی مذہبِ اسلام میں داخل ہوگئی اور اُس نے یہ عزم کیا کہ وہ مجھے اِن سختیوں سے نجات دلائے گی چاہے اُسے اپنی جان کی قربانی پیش کرنی پڑے۔ اس لیے کہ بقیہ دونوں زنجیروں کی کنجیاں میرے ایک بھائی کے پاس تھیں۔ ایک دن میری بہن نے والد اور بھائیوں کے سامنے بڑی نشہ آور شراب پیش کی۔ وہ لوگ پیتے ہی مدہوش ہوگئے۔ بہن نے جلدی سے بھائی کی جیب سے کنجی نکالی اور مجھے کھول دیا میں جلدی سے تمہارے پاس آگئی۔ لیکن میں نے اپنی بہن سے یہ کہا کہ وہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرے بلکہ مخفی رکھے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ ہم اس کے ساتھ کیا کرسکتے ہیں۔

شوہر نے یہ کہتے ہوئے قصہ ختم کیا : ''جب ہم اپنے شہر واپس ہوئے تو سب سے پہلے بیوی کو ہسپتال میں داخل کیا اور وہ کافی دنوں ہسپتال میں زیرِ علاج رہی۔ یہاں تک کہ ظلم وستم کے آثار سے اُسے کچھ عافیت نصیب ہوگئی''۔ (الرابطہ، العدد : ۴۸۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ)

## دُعائے صحت کی اپیل

حضرت مولانا سید وحید میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے حافظ سعید میاں سلمہٗ جو کہ ہندوستان میں ۲۸؍رمضان المبارک کو ٹریفک حادثہ میں زخمی ہوگئے تھے، دماغی چوٹ کی وجہ تاحال بے ہوش ہیں۔ ڈاکٹروں نے اُن کی حالت کو مزید نازک قرار دیا ہے قارئین کرام سے اُن کی صحت یابی کے لیے دُعاوں کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

# گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

✡ ✡ ✡

## تین طرح کے قاضی :

عَنْ بُرَیْدَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِی الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِی النَّارِ فَاَمَّا الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰی بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُکْمِ فَهُوَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰی لِلنَّاسِ عَلٰی جَهْلٍ فَهُوَ فِی النَّارِ" ( ابوداوٗد باب فی القاضی یُخْطِی ج۲ ص ۱۴۷ ابن ماجه باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق ص ۱۶۸ مشکوٰة ص ۳۲۴)

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک طرح کے تو جنت میں جانے والے اور دو طرح کے دوزخ میں جانے والے۔ جنت میں جانے والا قاضی تو وہ شخص ہے جس نے حق کو جانا پھر حق ہی کے مطابق فیصلہ بھی کیا اور جس نے حق کو جانا (لیکن اِس کے باوجود) اپنے حکم و فیصلہ میں ظلم کیا تو وہ دوزخی ہے۔ (اسی طرح) جس شخص نے اپنی جہالت کی وجہ سے (حق کو نہیں پہچانا اور اِسی حالت میں) لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کیا تو یہ شخص بھی دوزخی ہے۔

ف : اِس حدیثِ پاک میں موجودہ دَور کے ججوں کے لیے انتہائی درجہ کی تہدید و تنبیہ ہے جو رشوت لے کر بے دھڑک ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیتے ہیں اور دیدہ و دانستہ ظالمانہ فیصلے کرتے ہیں، ایسے ججوں کو سوچنا چاہیے کہ اُنہوں نے ہمیشہ دُنیا میں نہیں رہنا ایک نہ ایک دِن ضرور مرنا ہے اور اَحکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اِنہیں چاہیے کہ خدا خوفی کے ساتھ مبنی بر انصاف فیصلے کیا کریں اور دُنیا کی خاطر اپنی عاقبت کو برباد نہ کریں اور دوزخ کو اپنا ٹھکانا نہ بنائیں۔

اِس موقع پر راقم الحروف کو ''سُلجوقی'' دَور کے ایک مشہور قاضی ''کمال الدین شہرزوری'' کا واقعہ یاد آرہا ہے۔ یہ واقعہ ظریفانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ناصحانہ بھی ہے، موقع کی مناسبت سے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''مشہور قاضی کمال الدین شہرزوری کے متعلق لکھا ہے کہ (سلطان) مسعود کے کیمپ میں کسی ضرورت سے حاضر ہوئے۔ مغرب کا وقت آگیا، قریب ہی ایک خیمہ میں دیکھا کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے۔ قاضی صاحب اِسی خیمہ میں داخل ہوگئے اور نماز میں اس کے ساتھ شریک ہوگئے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب میں کہا گیا کہ فلاں شہر کا قاضی ہوں۔ شہرزوری نے کہا کہ تین قسم کے قاضی ہوتے ہیں جن میں دو جہنم میں اور ایک جنت میں جائے گا۔ جہنم میں جانے والے ہم تم دونوں قاضی ہیں جو اِن سلاطین کے آستانوں پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور جنتی قاضی وہ ہیں جن کی صورت نہ اِن سلاطین نے دیکھی اور نہ اُس نے اِن سلاطین کی صورت دیکھی۔ دراصل یہ خود سلطان مسعود تھا۔ صبح کو قاضی شہرزوری جب سلطان کے پاس پیش ہوئے تو ہنستے ہوئے مسعود نے کہا کہ فرمایئے قاضی صاحب! تین قاضیوں کا وہ کیا قصہ ہے؟ شہرزوری سمجھ گئے کہ خود سلطان سے مغرب کے وقت وہ گفتگو میں نے کی تھی۔ بولے جی ہاں واقعہ تو وہی ہے جو میں نے عرض کیا تھا۔ سلطان نے کہا کہ سچ فرماتے ہیں بلاشبہ وہ نیک بخت سعید آدمی ہیں جس نے نہ ہماری صورت دیکھی اور نہ ہم نے اُس کی صورت دیکھی''۔ (مقالاتِ احسانی ص ۱۳۰)

## شروع ہی میں جنت میں چلے جانے والے تین طرح کے لوگ :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُرِضَ عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ شَهِیْدٌ وَّعَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ وَّعَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِیْهِ

(ترمذی ۱/۲۹۳) باب ماجاء فی ثواب الشهید مشکوٰة ص ۳۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : میرے

سامنے وہ پہلے تین شخص پیش کیے گئے جو (شروع ہی میں) جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اُن میں سے ایک شخص تو شہید ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو حرام سے بچے اور سوال نہ کرے۔ تیسرا شخص وہ غلام ہے جس نے اللہ کی بھی اچھی طرح طاعت و عبادت کی اور اپنے مالکوں کا بھی خیر خواہ رہا۔

ف : حدیثِ پاک میں اُن تین قسم کے افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے جو شروع ہی میں جنت میں چلے جائیں گے۔ اُن تین قسم کے افراد میں سے پہلا شخص شہید ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو حرام کھانے اور حرام کمانے سے بچے اور بلاضرورت محض تکثیر مال کے لیے سوال نہ کرے۔ تیسرا شخص وہ غلام ہے جس نے اپنے مالکِ حقیقی کی عبادت کا حق بھی ادا کیا اور اپنے مالکِ مجازی یعنی اپنے آقا کا بھی خیر خواہ رہا۔

یہاں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اِن افراد کا شروع ہی میں جنت میں جانا انبیاء کرام کے جانے کے بعد ہوگا کیونکہ سب سے پہلے جنت میں انبیاء کرام جائیں گے، اُن سے پہلے جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔

## دُنیا میں تین طرح کے مؤمن ہیں :

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْمُؤْمِنُوْنَ فِی الدُّنْیَا عَلٰی ثَلٰـثَۃِ اَجْزَاءٍ. اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. وَالَّذِیْ یَأْمَنُہُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ. ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمْعٍ تَرَکَہٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ". (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ص ۳۳۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : دُنیا میں تین طرح کے مؤمن ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوئے اور اُنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ دوسرا مؤمن وہ شخص ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہے۔ تیسرا مؤمن وہ شخص ہے کہ جب اُس کے دل میں طمع و لالچ پیدا ہو تو اللہ کے خوف سے اُس کو چھوڑ دے۔

# دینی مسائل

## ﴿ نکاح کا بیان ﴾

### لڑکا یا لڑکی نا بالغ ہو تو ولی کے مسائل :

مسئلہ : اگر لڑکی یا لڑکا نا بالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے۔ ولی کے بغیر اِس کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر اِس نے بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لیا یا کسی اور نے کر دیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اور ولی کو اِس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار ہے جس سے چاہے کر دے۔ نا بالغ لڑکے اور لڑکیاں اِس نکاح کو اُس وقت رد نہیں کر سکتے چاہے وہ نا بالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رُخصتی بھی ہو چکی ہو، دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ : نا بالغہ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہو تو :

(I) اگر کفو میں اور مہرِ مثل کے ساتھ کیا ہو تو لازم ہوتا ہے اور نا بالغہ کو بالغ ہونے پر اِس کو تڑوانے کا حق نہیں ہوتا۔

(II) اگر غیر کفو میں کیا یا مہرِ مثل سے بہت کم مہر پر کیا۔ تو اِس میں یہ تفصیل ہے :

(1) عقد نکاح کرتے ہوئے باپ اگر نشہ میں ہو تو یہ نکاح نہیں ہوا۔

(2) باپ کی بے تدبیری اور نا عاقبت اندیشی مشہور و معروف ہو۔ یعنی نکاح کرنے سے قبل اِس سے کوئی بھی ایسا واقعہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جائے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا۔

(3) باپ فاسق بے غیرت اور بے باک ہو تو اُس کا کیا ہوا نکاح بھی نہیں ہوتا۔

(4) باپ میں اُوپر مذکورہ باتوں میں سے تو کوئی نہ ہو لیکن مثلاً کسی دُشمنی کی وجہ سے اُس پر نکاح کرنے کے لیے جانی یا مالی دھمکی کا واضح دباؤ موجود ہو۔ اس صورت میں بھی باپ کی طرف سے کیا ہوا نا بالغہ کا نکاح نہیں ہوا۔

(5) اُوپر مذکورہ باتوں میں سے کوئی نہ ہو لیکن باپ نے پہلی مرتبہ لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے نکاح کر دیا اور صاف واضح ہے اِس نے لڑکی کی مصلحت کو پیشِ نظر نہیں رکھا، مثلاً

(i) کسی اہل سنت نے نابالغہ کا نکاح کسی بدعتی سے کر دیا ہو۔

(ii) باپ عام مسلمان ہو اور حلال کماتا ہو لیکن وہ اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو حرام میں ملوث ہو مثلاً بینک کی ملازمت کرتا ہو یا تصویر سازی کا پیشہ کرتا ہو۔

(iii) باپ نے بلا وجہ اور بلا مصلحت نابالغہ کا مہر بہت کم مقرر کیا مثلاً اُس کا مہر مثل پانچ ہزار ہو اور باپ نے نکاح صرف پانچ سو پر کر دیا ہو۔

اِس صورت میں نکاح تو ہو جائے گا لیکن لڑکی کو خیارِ بلوغت حاصل ہو گا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(6) نکاح تو کفو میں کیا اور مہر بھی پورا ہے لیکن زوجین کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہے ایسا کہ جو عام طور سے رَوا نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً پچیس تیس سال یا اِس سے زیادہ فرق ہو تو ایسے نکاح میں بھی نابالغہ کو خیارِ بلوغت حاصل ہو گا۔

مسئلہ : نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو تو : جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا کفو بھی ہے اور مہر بھی مہر مثل مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں اُس وقت تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اُس کو خیارِ بلوغت حاصل ہو گا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور اگر اُس کے ولی نے لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم پر نکاح کیا تو نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ : باپ دادا کے سوا کسی ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح جس سے کیا اُس کا مہر اُس کے مہر مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

تنبیہ : جب لڑکی کو خیارِ بلوغت حاصل ہو اور اُس کو اپنے نکاح کی خبر ہو پھر بالغ ہو گئی اور ابھی تک اُس کے شوہر نے اُس سے صحبت نہیں کی تو جس وقت بالغ ہوئی ہے یعنی جس وقت اُس کی پہلی ماہواری شروع ہوئی فوراً اُسی وقت اپنی عدم رضا مندی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے

کہ میں اِس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی چاہے اُس جگہ کوئی اور ہو چاہے نہ ہو بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو ہر حال میں کہنا چاہیے۔ لیکن فقط اِس سے نکاح نہ ٹوٹے گا۔ عدالت میں جائے اور قاضی یا جج وہ نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ایک لحظہ بھی چپ رہے گی تو اب نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔ اور اگر اُس کا شوہر اُس سے صحبت کر چکا تب بالغ ہوئی تو بالغ ہوتے ہی فوراً انکار کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک اُس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہوگا تب تک قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی ہے چاہے جتنا زمانہ گزر جائے۔ ہاں جب وہ زبان سے صاف کہہ دے کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے جیسے اپنے شوہر کے ساتھ تنہائی میں میاں بیوی کی طرح رہی تو اَب اختیار جاتا رہا اور نکاح لازم ہو گیا۔

## حقِ ولایت کے چند مسائل :

مسئلہ : قاعدے سے جس ولی کو نابالغہ کے نکاح کرنے کا حق ہے وہ پردیس میں ہے اور اتنی دُور ہے کہ اگر اُس کا انتظار کریں اور اُس سے مشورہ لیں تو یہ رشتہ ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پیغام دینے والا اِتنا انتظار نہ کرے گا اور پھر ایسی جگہ مشکل سے ملے گی تو ایسی صورت میں اُس کے بعد والا ولی بھی نکاح کر سکتا ہے۔ اگر قریب کے ولی سے پوچھے بغیر بعد والے ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح ہو گیا اور اگر اتنی دُور نہ ہو یا دُور تو ہو لیکن اُس سے رابطہ ممکن ہو تو اُس کی رائے لیے بغیر دوسرے ولی کو نکاح نہ کرنا چاہیے۔ اگر کرے گا تو اُسی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا جب وہ اجازت دے گا تب صحیح ہوگا۔

مسئلہ : اِسی طرح اگر حق دار ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا مثلاً حق تو تھا باپ کا لیکن نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے۔ (جاری ہے)

نام کتاب : کمالاتِ عثمانی

تصنیف : حضرت مولانا انوار الحسنؒ شیر کوٹی

صفحات : ۶۴۸

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : اِدارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ اپنے دَور کے بہت بڑے محدث، مفسر، فقیہ، ناقد اور مبصر تھے۔ آپ کا تفسیری کارنامہ ''تفسیر عثمانی'' کے نام سے اور حدیثی کارنامہ '' فتح المُلہِم '' کے نام سے دُنیا کے سامنے ہے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر مغربی پاکستان میں پرچم کشائی کے لیے آپ ہی کو منتخب کیا گیا تھا۔ آپ کی دینی و ملی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''کمالات عثمانی'' میں آپ کی انہی خدمات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کافی عرصہ پہلے ''تجلیاتِ عثمانی'' کے نام سے چھپی تھی اور آج کل بالکل نایاب تھی۔ اللہ بھلا کرے مولانا محمد اسحاق صاحب کا جنہیں اکابر کے علوم و معارف شائع کرنے کا خاص جذبہ ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو جدید کمپیوٹر کتابت اور عمدہ طباعت کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ اکابر کے علوم و معارف کے قدردانوں اور تاریخ کے طلباء کے لیے یہ کتاب بہترین تحفہ ہے۔

نام کتاب : رہنمائے خوشخطی

مرتب : حافظ محمد اسلم زاہد

صفحات : ۲۴۸

سائز : ۲۰X۳۰/۸

ناشر : مکہ کتاب گھر، الکریم مارکیٹ حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

قیمت : درج نہیں

خوش خط ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ مدارس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ خوشخطی بھی سکھائی جاتی تھی۔ اِسی کا اثر تھا کہ اُس وقت کے علماء عالم بھی ہوتے تھے اور بہترین خوشنویس بھی۔ اُس زمانہ کی مطبوعہ کتب کو دیکھ کر اِس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اِس دَور انحطاط میں جہاں ہر چیز زوال پذیر ہے وہیں خوشخطی اور خوشنویسی بھی رُو بہ زوال ہے۔ کمپیوٹر نے آ کر رہی سہی کسر بھی پوری کردی ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ خوشخطی اور خوشنویسی کو اُجاگر کیا جائے تا کہ اَخلاف اپنے اَسلاف کے اِس فن سے باخبر اور متصف رہیں۔ پیش نظر کتاب ''رہنمائے خوشخطی'' اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے مصنف مولانا زاہد اسلم صاحب مَلِکُ الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں مختصر طور پر خوشخطی کے اُصول و آداب بیان کر کے دُرست اور خوبصورت لکھائی کے لیے عملی مشقیں دی ہیں۔ اس فن سے وابستہ حضرات کو اِس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

نام کتاب : تسہیل التجوید

مؤلف : قاری حبیب الرحمٰن صاحب

صفحات : ۸۰

ناشر : جامعہ صدیقیہ توحید پارک گلشن راوی لاہور

قیمت : درج نہیں

زیر نظر رسالہ میں فن تجوید کی معروف کتاب " تیسیر التجوید" کی تسہیل کی گئی ہے اور اُس کے مندرجات کو سوال و جواب کی شکل میں دیا گیا ہے جس سے اِس رسالہ کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔

نام کتاب : لَوامع دُرِّیّۃ فی حل فوائد مکیہ
مؤلف : قاری حبیب الرحمٰن صاحب
صفحات : ۸۸
ناشر : جامعہ صدیقیہ توحید پارک گلشن راوی لاہور
قیمت : درج نہیں

اِس رسالہ میں فن تجوید کی مشہور اور اہم کتاب "فوائد مکیہ" کی تیسیر و تسہیل کی گئی ہے اور اس کے مندرجات کو سوال و جواب کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ قراء اور طلباء دونوں کے لیے قاری صاحب کا یہ رسالہ یکساں مفید ہے۔

نام کتاب : جنہیں ختم نبوت سے عشق تھا
ترتیب وتدوین : محمد طاہر رزاق
صفحات : ۲۱۶
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان
قیمت : /۱۰۰

پیش نظر کتاب میں جناب طاہر رزاق صاحب نے بلا اختلاف مسلک و مشرب بہت سے اُن بزرگوں کے واقعات ذکر کیے ہیں جنہیں ختم نبوت سے عشق تھا اور جنہوں نے تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ محترم طاہر صاحب کی دیگر کتب کی طرح اِس کتاب کا اندازِ بیان بھی دلکش اور سہل ہے۔

## وفیات

### اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

☆ جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم سمیع اللہ کے والد صاحب ۱۹؍ دسمبر کو کوئٹہ میں اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ مرحوم اگلے ہی روز سفرِ حج کے لیے پا بہ رِکاب تھے کہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆ جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم حافظ محمد بلال کے والد صاحب بھی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے گزشتہ ماہ کی گیارہ تاریخ کو اچانک وفات پا گئے۔

☆ ۲۱؍ نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے خادم حافظ فیضان صاحب کے ماموں وفات پا گئے اور جامعہ مدنیہ جدید کے خادم منظر عباس کے چچا بھی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ نیز کریم پارک کے نوجوان محمد فیصل کی والدہ صاحبہ بھی گذشتہ ماہ انتقال فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ اہلِ ادارہ سب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

---

بقیہ : زبان کی حفاظت اور اُس کا طریقہ

انشاء اللہ حق تعالیٰ اُن کو تم سے راضی کردیں گے جس کی صورت میں قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے یہ لکھا ہے کہ قیامت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خوبصورت عالیشان محل دکھائے جائیں گے اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اِن محلات کا خریدار کوئی ہے؟ اور اِرشاد ہوگا کہ اِن کی قیمت یہ ہے کہ جس کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اُسے معاف کردے اُس وقت کثرت سے اہل حقوق اپنے حق معاف کردیں گے۔ (خیر الارشاد۔ حقوق فرائض)

# اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

اِس سال جامعہ مدنیہ جدید میں درسِ نظامی کے شعبہ میں داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد آٹھ سو سے تجاوز کر گئی۔ جگہ کے کم پڑ جانے کی وجہ سے شدید سردی میں طلباء مسجد کی چھت اور میدان میں خیمے لگا کر وقت گزار رہے ہیں۔

۳۰ رنومبر کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے سابق متعلم محمد زاہد صاحب کا نکاح پڑھانے کے لیے مانگا منڈی تشریف لے گئے۔

اسی دن جناب محترم خرم کرامت صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، مسجد حامدؒ کے تعمیراتی کاموں کے بارے میں مشاورت ہوئی۔

۱۱ ردسمبر کو جناب شعیب میر صاحب، عبدالرؤف صاحب اور دیگر حضرات کے ساتھ بعد نماز مغرب مسجد حامدؒ کے سلسلے میں مشاورت ہوئی۔

۱۲ ردسمبر کو حضرت مہتمم صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم محمد بلال کے والد صاحب کی تعزیت کے لیے ماڈل ٹاؤن تشریف لے گئے۔

۱۴ ردسمبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بعد مغرب جامعہ مدنیہ قدیم کے سابق مدرس مولانا عبدالمالک شاہ صاحب کے بیٹے کی شہادت پر تعزیت کے لیے گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے جامعہ کے طالب علم محمد آصف کے گھر مُرالی رات کے کھانے پر تشریف لے گئے۔ مولانا خالد صاحب اور مولانا امان اللہ صاحب بھی ہمراہ تھے، رات دس بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۲۱ ردسمبر کو بعد مغرب حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''ہندال''، ضلع قصور مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے مہتمم مولانا ادریس صاحب کی دعوت پر اُن کے مدرسہ کے جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں ذکر کی فضیلت اور اتباعِ سنت پر بیان ہوا، بعد ازاں مجلس ذکر ہوئی۔

۲۴؍دسمبر کو لاہور کے معروف سرجن محترم ڈاکٹر انوارالحق صاحب اور ڈاکٹر خواجہ عظیم صاحب حافظ احسان سعید صاحب کی معیت میں حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ تشریف لائے اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۲۵؍دسمبر کو چیچہ وطنی سے محترم پیر جی عبدالحفیظ صاحب اپنے رفیق سفر جناب ڈاکٹر محمد سعید صاحب کے ہمراہ حضرت مہتمم صاحب کی رہائش گاہ تشریف لائے اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس حضرت مولانا محمد حسن صاحب ۲۷؍دسمبر اور مولانا حسین صاحب ۸؍دسمبر کو اِس سال حج پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آسان فرمائے۔ آمین۔

۵؍ذی الحجہ مطابق ۲۷؍دسمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں عیدالاضحیٰ کی تعطیلات شروع ہوگئیں اور اکثر طلباء تعطیلات گزارنے کے لیے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

# جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

# کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)